بہ فیض: تاج دار اہلِ سُنّت مفتی اعظم علامہ محمد مصطفیٰ رضا نوری علیہ الرحمہ وحضور تاج الشریعہ مدظلہ العالی
زیر سرپرستی: امینِ ملت حضرت ڈاکٹر سید محمد امین میاں قادری برکاتی مدظلہ العالی، مارہرہ مطہرہ

فکر وشعور کی گرہیں کھولنے والے تابندہ اقوال ونصائح

امام اعظم ابوحنیفہ کے وصایا

ایک تجزیاتی مطالعہ

توفیق احسنؔ برکاتی

09819433765

ناشر: **نوری مشن** مالیگاؤں

ملنے کا پتا: مدینہ کتاب گھر، اولڈ آگرہ روڈ، مالیگاؤں

سنِ اشاعت ۱۴۳۵ھ/۲۰۱۴ء.....ہدیہ: دعائے خیر

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

اقوالِ حنیف کا احسن گلدستہ

سید کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زندگی کے تمام اُمور میں رہنمائی فرمائی۔ اکابر واسلاف نے اپنی عملی زندگی میں انہیں نمونہ بنایا، نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی حیاتِ مبارکہ، اقوال وافعال اور کردار واطوار نمونۂ عمل بن گئے۔ درسِ عمل وضابطۂ حیات کے وہ ان مول خزانے اسلافِ کرام کے یہاں ملتے ہیں جنہیں حیات کے گلستاں میں آویزاں کرلیا جائے اور عمل کے گام پر سجالیا جائے تو پورا گلشن مہک مہک اُٹھے گا۔

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مبارک زندگی دینِ حنیف کی ترجمان اور حق وصداقت کا درسِ زرّیں ہے۔ آپ کے وصایا اور مواعظ ونصائح میں جہانِ علم ومعرفت مستور ہے۔ اقوال ایسے کہ جن کا مطالعہ امام اعظم کی تقویٰ شعار زندگی کا پتہ دیتا ہے۔ امام اعظم کی حیاتِ مبارکہ ایسی پاکیزہ ومصفّٰی ہے کہ جس سے دوسروں کو درسِ عمل ملتا ہے۔ آپ کا ہر ہر لمحہ سُنّت نبوی کے مطابق گزرا۔ رضائے الٰہی میں ایسے منہمک رہے کہ جو آپ کے دامن سے وابستہ ہوا وہ روشن ہوا ٹھا۔ ایسی پاکیزہ ذات کی زبان حق کی ترجمان بن جاتی ہے۔ ایک ایک لفظ اور ایک ایک قول مؤثر اور ممکن العمل ہوتا ہے۔

ملفوظات واقوال کی تاریخ میں امام اعظم کے اقوال کی اہمیت وافادیت ہر جہت سے مسلم ہے۔ آپ نے جہاں علم وآگہی کا شعور دیا وہیں اپنے اقوال سے نہاں خانۂ دل کو روشن ومنور کردیا۔ بسا اوقات ضخیم کتابوں سے اتنا فائدہ نہیں اٹھایا جاتا جتنا کہ بزرگوں کے مختصر اقوال سے۔ اہل اللہ کی باتیں دل پر اثر کرتی ہیں اور باطن کو اُجلا بنادیتی ہیں۔ امام اعظم کے اقوال مبارکہ پر مشتمل پیش نظر کتاب ایسی ہی ہے۔ جس کی ترتیب وتدوین مولانا توفیق احسنؔ برکاتی (ممبئی) نے کی ہے۔ مولانا صالح افکار اور علمی مزاج رکھتے ہیں، جس کا اثر آپ کی تحریروں میں نمایاں طور پر محسوس کیا جاسکتا ہے۔ متعدد کتابیں تحریر وترتیب کے بعد شائع کرچکے ہیں جنہیں اہلِ علم ودانش اور علما ومصنفین نے پسندیدہ نگاہوں سے دیکھا اور عمدہ تاثرات سے نوازا۔ پیش نظر کتاب بھی احسنؔ کی احسن کاوش ہے اور ان کے دلی جذبات

کی آئینہ دار بھی۔ موجودہ دور اخلاقی زوال کی طرف مائل ہے۔ ایسے کٹھن حالات کا تقاضا ہے کہ بزرگوں کے اقوال سے صحنِ حیات کو مہکایا جائے اور تزکیۂ قلب ونگاہ کا ساماں کیا جائے۔

جناب احسن برکاتی لائق تبریک ہیں کہ ایسے اہم اقوال کا گلدستہ سجالائے جن میں ایک طرف امام اعظم کے افکار کی مہک ہے تو دوسری طرف ان کی تعلیمات کی حقیقی جھلک۔ موضوعات کے لحاظ سے یہ نصائح واقوال سیرت وکردار، تصوف وافکار، تزکیۂ نفس واصلاحِ احوال، تشکیلِ شخصیت وتعمیر فکر اور عقیدہ وعمل کی تطہیر کا پہلو لیے ہوئے ہیں۔ جن کا مطالعہ سبھی کے لیے یکساں مفید ہے۔ اللہ کریم انہیں مقبولیت عطا کرے اور شرفِ قبولیت سے نوازے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

اس طرح کی کتابوں کی اشاعت مسلمانوں کی ذہنی وفکری تربیت اور اخلاقی اصلاح کے لیے بڑی مفید ہے۔ الگ الگ علاقوں میں سرگرم اشاعتی اداروں کو چاہیے کہ اس کتاب کو اپنے یہاں سے طبع کروا کر بلا قیمت تقسیم کریں اور کتابوں کی اشاعت کے ذوق کو پروان چڑھائیں۔ ہندی و انگریزی ودیگر زبانوں میں ترجمہ کر کے شائع کیا جائے تا کہ دیگر حلقے بھی فیض یاب ہوں۔ اللہ کریم عزم وحوصلہ اور خلوص ولگن دے اور ناشر ومصنف کی تحریر سے وسیع حلقے کو فیض یاب فرمائے۔ آمین

غلام مصطفیٰ رضوی، مالیگاؤں
gmrazvi92@gmail.com
Cell.09325028586

امام اعظم ابوحنیفہ کے وصایا: ایک تجزیاتی مطالعہ

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصایا شریف کی تحقیق اور ان کے تجزیاتی مطالعہ سے پیش تر لفظ ''وصیت'' کی لغوی تحقیق اور اصطلاحی معنی ملاحظہ کر لیں تا کہ افہام وتفہیم میں سہولت ہو۔

''وصیت'' عربی زبان کا لفظ ہے، جس کا معنی وصیت، نصیحت اور حکم ہے اور اس کی جمع ''وصایا'' آتی ہے، باب افعال: ''اَوْصٰی ایصاء'' وصیت کرنا، مقرر کرنا اور حکم دینا کے معنی میں آتا ہے۔ ''الوصیة'' حکم اور وصیت کو بھی کہتے ہیں اور جس چیز کی وصیت کی جائے اس پر بھی اطلاق ہوتا ہے۔ کہا جاتا ہے: ھٰذہٖ وصیتہٗ، یہ اس کی وصیت ہے، اسی طرح لفظ ''الوصی'' وصیت کرنے والے اور جس کو وصیت کی جائے دونوں پر بولا جاتا ہے۔ اس لفظ کو جب اسم جلالت کی طرف مضاف کریں گے مثلاً ''وصایا اللّٰہ'' تو اس کا مطلب ہوگا اللہ عزوجل کے وہ احکام جو اس نے اپنے بندوں پر واجب کیے ہیں۔ قرآن مجید کی متعدد آیات میں یہ لفظ اسی معنی میں استعمال ہوا ہے مثلاً آیۂ کریمہ:

(۱) وَ وَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ اِحْسٰنًا. ترجمہ: اور ہم نے آدمی کو حکم کیا کہ اپنے ماں باپ سے بھلائی کرے۔ (سورۂ احقاف ۴۶؛ آیت: ۱۵)

(۲) یُوْصِیْكُمُ اللّٰهُ فِیْۤ اَوْلَادِكُمْ. لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ. ترجمہ: اللہ تمہیں حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں برابر۔ (سورۂ نساء ۴؛ آیت: ۱۱)

اصطلاح میں وصیت اسے کہتے ہیں کہ سفر کو جاتے وقت یا زندگی کے آخری لمحوں میں کسی کام کو کرنے یا نہ کرنے کا حکم دینا۔ (فیروز اللغات)

اس تعریف کے مدنظر وصیت کی دو قسمیں ہوں گی: وصیت شرعیہ، وصیت مطلقہ۔

وصیت شرعیہ: مرنے والے کا وارث حقیقی کے علاوہ کسی کے لیے تہائی مال یا اس سے کم کی وصیت کرنا، حدیث مبارکہ ''لا وصیة لوارث'' (وارث حقیقی جس کا حصہ شریعت مطہرہ نے متعین فرما دیا ہے اس کے حق میں وصیت جائز نہیں۔) اسی معنی میں استعمال ہوئی ہے۔

وصیت مطلقہ: سفر کو جاتے وقت یا انتقال سے قبل اپنے کسی دوست یا رشتہ دار سے کسی

کام کی وصیت کر جانا۔

یہ سب وصایا بھی دو طرح کے ہوتے ہیں ایک: ملفوظ وصایا۔ دوم: مکتوب وصایا۔

ملفوظ وصایا: زبانی کہی گئی وصیت۔

مکتوب وصایا: تحریری شکل میں پیش کی گئی وصیت۔

اہلِ علم کے عرف میں لفظ وصیت اور وصایا پند و نصیحت کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے اور ہمیں امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے وصایا کا جو متن دریافت ہوا ہے ان سب کا تعلق وصیت کی اسی قسم سے ہے، جس میں آپ نے اپنے چند خاص تلامذہ کو نصیحت و موعظت کا یہ خزانہ عطا فرمایا تھا جو زندگی کے مختلف معاملات اور اخلاق و عمل سے متعلق ہے اور سوانح امام اعظم ابوحنیفہ میں جنہیں جلی حرفوں میں جگہ دی گئی ہے۔

امام اعظم حضرت نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیک وقت ایک جلیل القدر تابعی، بے مثال فقیہ، مایۂ ناز محدث، کلامی، اصولی، امام، محقق، مصنف، شاعر، عاشق رسول، زاہد، صوفی، مربی، استاد، تاجر، ثروت مند، سخی، ذہین، حاضر جواب، ولی کامل، علم دوست اور علما نواز تھے۔ حد درجہ منکسر المزاج، متواضع خلیق، ملنسار، عمدہ اخلاق والے، پاکیزہ کردار والے اور بھی بہت کچھ۔

جس طرح امام اعظم ابوحنیفہ کے اساتذہ اور شیوخ کی تعداد زیادہ ہے، اسی طرح آپ کے تلامذہ اور صحبت یافتہ لوگوں کی تعداد بھی حد شمار سے باہر ہے۔ ان میں قاضی ابو یوسف، امام محمد اور امام زفر علیہم الرحمہ وغیرہم کو غیر معمولی شہرت و مقبولیت حاصل ہوئی اور ان حضرات کے ذریعہ مذہب حنفی دنیا کے گوشے گوشے میں عام ہوا۔

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وقتاً فوقتاً اپنے جن شاگردوں کو گراں قدر نصیحتوں سے نوازا اور انہیں دنیا و آخرت میں کامیابی، فروغ علم، اشاعتِ مذہب حق اور تبلیغِ مسلکِ حنفی کا جذبۂ صادق عطا فرمایا۔ ان میں قاضی ابو یوسف اور یوسف بن خالد سمتی کے نام نمایاں ہیں۔ چند دوسرے نام بھی ہیں لیکن ان کو کی گئی وصیتوں کا اصل متن بہت کم محفوظ رہ سکا ہے، یہ گفتگو ہم اپنے ناقص علم اور تشنہ تحقیق کی بنیاد پر کر رہے ہیں۔

امام اعظم ابوحنیفہ کے جو وصایا قاضی ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نام ہیں ان اصل متن کو علامہ ابن نجیم حنفی زین الدین بن ابراہیم (متوفی: ۹۷۰ھ) نے اپنی معرکۃ الآراء کتاب "**الاشباہ و النظائر**" میں درج کیا ہے۔ ہمارے پاس "دار الفکر المعاصر بیروت لبنان (۲۰۰۵ء)" کا مطبوعہ نسخہ موجود ہے۔ جس کے صفحہ ۵۱۶/ تا ۵۲۲/ پر یہ وصایا پیش کیے گئے ہیں۔ علامہ شیخ زاہد کوثری نے اپنی تالیف "**حسن**

التقاضی فی سیرۃ امام ابو یوسف القاضی" میں بھی ان وصایا کو درج کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "اس وصیت کی نص بعینہٖ موفق مکی کی "مناقب ابی حنیفۃ" (ص:۱۲۲، ج:۲) میں صاحب الفتاویٰ بزازیہ کی مناقب میں اور ابن نجیم کی "الاشباہ والنظائر" وغیرہ میں منقول ہے۔" جس کتاب کا اردو ترجمہ مولانا منظر الاسلام ازہری نے "قاضی ابو یوسف: حیات اور علمی کارنامے" کے نام سے کیا ہے اور یہ کتاب انہیں کے ترجمہ و تحقیق کے ساتھ "ادارۂ فکر اسلامی دہلی" کے زیر اہتمام نومبر ۲۰۱۱ء میں چھپ چکی ہے جس کے صفحہ ۱۴۰/ تا ۱۴۸/ پر یہ وصیت نامہ درج ہے۔

امام محمد ابو زہرہ مصری نے اپنی گراں قدر تحقیقی تصنیف "**ابو حنیفۃ: حیاتہ و عصرہ، آراءہ و فقھہ**" (مطبوعہ دار الفکر العربی، القاہرہ، ۱۹۷۸ء) میں امام اعظم کے شاگرد حضرت یوسف بن خالد سمتی کے نام پیش کی گئی وصایا کی تلخیص درج کی ہے، اس کتاب کا ترجمہ پروفیسر غلام احمد حریری نے "حیات حضرت امام ابوحنیفہ" کے نام سے کیا ہے۔ یہ کتاب اعتقاد پبلشنگ ہاؤس، نئی دہلی سے ۱۹۹۷ء میں شائع ہو چکی ہے۔

رئیس احمد جعفری نے اپنی کتاب "سیرت ائمہ اربعہ" (مطبوعہ فرید بک ڈپو، نئی دہلی) کے صفحہ ۹۷/ پر "قاضی ابو یوسف کے لیے ہدایت نامہ" کے عنوان سے امام اعظم کے چند وصایا کو درج کیا ہے جو "**الاشباہ و النظائر**" سے ماخوذ ہیں۔ اس کے بعد بہ ظاہر ایک چھوٹی سی، مگر انتہائی معنی خیز وصیت بھی شامل کتاب کی ہے، جو امام اعظم کے شاگرد عبد العزیز بن رواد کے نام ہے۔ یہ وصیت امام اعظم نے انہیں اس وقت کی تھی جب خلیفۂ وقت نے مذکورہ شاگرد کو دربار میں طلب کیا تھا، اس وصیت کا اصل متن ہمیں دریافت نہ ہو سکا اس لیے ہم صرف ترجمے پر اکتفا کریں گے۔

رضا اکیڈمی ممبئی سے شائع شدہ (۲۰۰۸ء) ایک اور کتاب "امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ" بھی ہماری تحویل میں ہے، جس کے مصنف حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری دام ظلہ ہیں، یہ اپنے موضوع پر انتہائی جامع اور قابل مطالعہ کتاب ہے، شاہ صاحب قبلہ نے بھی "وصایا اور نصیحتیں" کے نام سے اس کتاب کا پانچواں باب مختص کیا ہے، جس میں قاضی ابو یوسف کے نام اور امام یوسف بن خالد سمتی کے نام امام اعظم ابوحنیفہ کے وصایا شامل ہیں۔ (ملاحظہ ہو: مذکورہ کتاب کا صفحہ ۱۳۸/ تا ۱۵۰)

ان تمام وصایا کے اصل متن، ترجمے، اور نتائج و تجزیے پر بحث طویل بھی ہو سکتی ہے اور مختصر بھی۔ سرِ دست ہمیں اس مقام پر طول و قصر سے بچتے ہوئے معتدل، موزوں ترین اور درمیانی اندازِ بیان اختیار کرنا ہے، تاکہ قاری اکتاہٹ کا شکار نہ ہو اور کچھ حد تک موضوع کا حق بھی ادا ہو سکے۔ ان وصایا

کی امتیازی خصوصیات یہ ہیں کہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اکثر وبیش تر وصایا میں اصل حکم کے ساتھ ان کے علل ونتائج بھی بیان کر دیے ہیں تاکہ تفہیم میں سہولت ہو اور جس کو وصیت کی جارہی ہے اس کے فکر وذہن میں اصل حکم کے بارے میں کوئی تردد اور شبہہ نہ پیدا ہو۔ اگر اس مقالے میں ان وصایا کے اصل متن کی پوری عربی عبارت درج کر دی جائے تو مقالہ خاصا طویل ہو جائے گا لیکن اس طرز کے مقالوں میں اس کی گنجائش نہیں ہوتی اس لیے ہمارا طریقہ یہ ہوگا کہ اصل حکم اور وصیت عربی متن کے ساتھ پیش کریں گے اور ان کی غایات اور تجزیے کو اپنی زبان میں بیان کریں گے۔

یہ وصایا اس لائق ہیں کہ انہیں حرزِ جاں بنایا جائے اور دنیا وآخرت کی ہر طرح کی کامیابیاں اور سرفرازیاں حاصل کی جائیں۔ واضح رہے کہ ہم ان وصایا کو چند عنوانات کے تحت درج کریں گے، جس کی رہ نمائی ہمیں علامہ سید شاہ تراب الحق قادری کی کتاب ''امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' سے ملتی ہے اور وصایا امام اعظم کا بھرپور تعارف وتجزیہ پیش کرتی ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نام وصیت نامے کے اخیر میں جو جملے تحریر فرمائے ہیں ان کا مطالعہ اس حقیقت کی نقاب کشائی کرتا ہے کہ حضرت امام کس قدر دردمند اور دور اندیش تھے، ان کے قلبِ صافی کی سچی عکاسی اس کی سطر سطر میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ فرماتے ہیں:

وَلَاتَنْسَنِیْ مِنْ صَالِحِ دُعَائِکَ وَاقْبَلْ هٰذِهِ الْمَوْعِظَةَ مِنِّیْ وَانما اُوْصِیْکَ لِمَصْلِحَتِکَ وَمَصْلِحَةِ الْمُسْلِمِیْنَ.

یعنی اپنی نیک دعاؤں میں مجھے مت بھولنا، میری ان نصیحتوں کو یاد رکھنا، میں نے صرف اس لیے تمہیں یہ نصیحت اور وصیت کی ہے کہ اس میں تمہارا فائدہ ہے اور تمام مسلمانوں کا فائدہ ہے۔ (الاشباہ، ص:۵۲۲)

اور مجموعی طور پر سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے جملہ تلامذہ کو جو چند نصیحتیں فرمائی ہیں وہ ظاہری اصلاح اور باطنی تربیت میں بنیادی اہمیت کی حامل ہیں اور جن کا مطالعہ ہر ذمہ دار استاذ عالم وقاضی کے لیے بے حد ضروری ہے۔ اور ہر استاذ اپنے تلامذہ کو ایسی مفید اور جامع نصیحتیں کرسکتا ہے، فرماتے ہیں:

''تم سب میرے دل کا سرور اور آنکھوں کی ٹھنڈک ہو اور میرا حزن وملال دور کرنے والے ہو، میں نے تمہارے لیے فقہ کی سواری تیار کی، اس کی زین کس دی اور اس کی لگام تمہارے ہاتھ میں پکڑا دی۔ ایک وقت آنے والا ہے کہ بڑے بڑے اہلِ علم تمہارے فیصلے سنا کریں گے اور تمہارے نقش قدم پر چلیں گے۔ تم میں سے ہر ایک قاضی بننے کی صلاحیت رکھتا ہے، میں تم کو اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر چند

نصیحتیں کرنا چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے جو علم تمہیں عطا فرمایا اس علم کو محکوم ہونے کی ذلت سے بچانا۔ جب تم میں سے کوئی قاضی بن جائے تو لوگوں کے مسائل حل کرے، ان کا حاکم نہ بنے۔ لوگوں کو انصاف مہیا کرنا اور اگر کوئی خرابی محسوس ہو تو فوراً منصبِ قضا سے علاحدہ ہو جانا، تنخواہ اور دولت کے لالچ میں اس سے چمٹے نہ رہنا، ہاں اگر ظاہر وباطن ایک ہوں تو پھر قضا کے منصب پر قائم رہ کر خلقِ خدا کی امداد کرنا۔'' (سید شاہ تراب الحق قادری، امام اعظم رضی اللہ عنہ، ص:۱۳۸، بہ حوالہ مناقب للموفق، ص:۴۷۷، ملخصاً)

اس وصیت میں موجودہ ذخائر معانی اور ان کے دوررس اثرات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ ایک مشفق باپ، مہربان استاد، عظیم دانش ور اور ماہر نفسیات ہیں اور یہ وصایا آپ کے عمر بھر کے تجربات کا نچوڑ، اسلامی تعلیمات کا خلاصہ اور دینی ودنیاوی امور میں فلاح اور کامیابی کی ضمانت ہیں، عوام وخواص دونوں کے لیے یکساں مفید اور قابلِ استفادہ ہیں اور ان میں ہر طرح کی کامیابیوں کا راز پوشیدہ ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ارشد تلمیذ قاضی ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نام اس وقت وصیت قلم بند فرمائی جب امام ابو یوسف کی ذات سے رُشد وہدایت اور حسنِ سیرت وکردار کے آثار ظاہر ہوئے اور وہ میدانِ عمل میں اُتر کر لوگوں کے معاملات کی جانب ملتفت ہوئے۔ ان وصایا کو ہم چند عنوانات کے تحت پیش کریں گے اور پھر ان کا تجزیہ شاملِ بحث ہوگا۔ عیاں رہے کہ وصایا کے ترجمے میں ہم نے مولانا سید شاہ تراب الحق قادری اور مولانا منظر الاسلام ازہری کے ترجمے سے کافی مدد لی ہے۔

حاکم کے ساتھ محتاط طرزِ عمل:

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: **یَا یَعْقُوْبُ! وَقِّرِ السلطانَ وَعَظِّمْ مَنْزِلَتَهٗ وَاِیَّاکَ وَالکِذْبَ بین یدیه والدخولَ علیه فی کلِ وقتٍ مالم یَدْعُکَ لِحاجةٍ عِلمیةٍ.**

(ترجمہ) ''یعقوب! بادشاہ کی قدر ومنزلت کیا کرنا، اس کے سامنے جھوٹ بولنے سے پرہیز کرنا اور علمی ضرورت کے بغیر ہر وقت اور ہر حال میں اس کے پاس مت جایا کرنا۔''

آگے اس وصیت کی غرض بیان کرتے ہیں کہ: ''کیوں کہ اگر تم اس کے پاس بار بار جایا کروگے تو تمہاری قدر اس کی نگاہ میں کم ہو جائے گی، بادشاہ سے اسی طرح رہو جیسا کہ آگ سے واسطہ رہتا ہے کہ تم اس سے فائدہ اٹھا لیتے ہو اور اس سے دور بھی رہتے ہو اور اگر قریب ہو گئے تو تم جل جاؤ گے اور تمہیں تکلیف پہنچے گی۔ اس لیے بھی کہ بادشاہ جو کچھ اپنے لیے دیکھتا ہے اس میں وہ کسی اور کو شریک نہیں کرنا چاہتا۔''

وَایاکَ وکثرةَ الکلامِ بین یدیه. (ترجمہ) اس کے سامنے بہت زیادہ بات کرنے سے

پرہیز کرنا۔

اس حکم کی غایت یوں بیان کرتے ہیں: ''کیوں کہ وہ تمہاری باتوں میں سے کچھ ایسی بات نکال لے گا جس کی وجہ سے تمہاری عزت اس کی قوم کی نگاہ میں کم ہو جائے گی۔ جب تم اس کے پاس جاؤ تو اپنی اور دوسروں کی قدر کو سمجھا کرو۔''

وَلا تَدْخُلْ عليهِ وعنده من اهلِ العلمِ مَن لا تعرفهُ. (ترجمہ) اس کے پاس ایسے وقت مت جاؤ جب کوئی ایسے اہلِ علم بیٹھے ہوں جن کو تم نہیں جانتے۔

''کیوں کہ اگر تم ان سے کم مرتبہ میں ہوں گے تو اس پر بڑا بننے کا خیال پیدا ہوگا، جس سے تمہیں نقصان پہنچے گا اور اگر ان سے زیادہ علم تمہارے پاس ہوگا تو ممکن ہے تمہارے وقار کو ٹھیس لگ جائے، جس سے تم بادشاہ کی نگاہ میں گر جاؤ۔

وَاِذَا عَرَضَ عليکَ شيئاً مِنْ اَعْمالِه فلا تَقْبَلْ منه الا بعد ان تَعْلَمَ انه يرضاکَ ويرضىٰ مذهبَکَ فى العلمِ والقضايا.

(ترجمہ) اگر وہ اپنے کاموں میں سے تمہیں کچھ دے تو اس وقت تک قبول نہ کرو جب تک تمہیں یہ معلوم نہ ہو جائے کہ وہ تم سے راضی ہے اور علم و قضا میں تمہارے مذہب سے راضی ہے۔''

''تا کہ حکومت میں تم کسی اور کے مذہب کی اتباع کے مرتکب نہ ٹھہرو۔ بادشاہ کے دوست اور اس کے حاشیہ نشینوں کے پاس بار بار نہ جاؤ بلکہ صرف ان سے قرب کی حد تک معاملہ رکھو اور اس کے حاشیہ نشینوں سے دوری اختیار کیے رہو تا کہ تمہاری عزت و وجاہت برقرار رہے۔''

امام اعظم ابو حنیفہ نے کتنے سلجھے ہوئے انداز میں کسی بادشاہ یا حاکم کے ساتھ محتاط معاملات کی وضاحت کر دی کہ حکم کا بین السطور بھی سامنے آ گیا اور وصی کے ذہن و فکر کے چودہ طبق بھی روشن ہو گئے۔

عوام کے ساتھ محتاط طرزِ عمل:

اس سلسلے میں امام اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

وَلَا تَتَكَلَّمْ بينَ يدىِ العامةِ الابما تُسْأَلُ عنهُ. (ترجمہ) ''عوام کے پوچھے گئے مسائل کے علاوہ ان سے بلا ضرورت بات چیت نہ کیا کرو، عوام الناس اور تاجروں سے علمی باتوں کے علاوہ دوسری باتیں نہ کیا کرو کہ ان کو تمہاری محبت و رغبت میں مال کا لالچ نظر نہ آئے ورنہ لوگ تم سے بدظن ہوں گے اور یقین کر لیں گے کہ تم ان سے رشوت لینے کا میلان رکھتے ہو۔''

''عام لوگوں کے سامنے ہنسنے اور زیادہ مسکرانے سے باز رہو اور بازار میں بکثرت نہ جایا کرو، بے

ریش لڑکوں سے زیادہ بات چیت نہ کیا کرو کہ وہ فتنہ ہیں البتہ چھوٹے بچوں سے بات کرنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ ان کے سروں پر شفقت سے ہاتھ پھیرا کرو۔''

مذکورہ بالا نصیحت پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسی دور اندیش اور مشفق، دردمند ذات کس قدر حساس اور معاملہ فہم تھی اور عوام الناس کی جانب بلا ضرورت التفات کس قدر نقصان دہ اور عزت و وقار کے لیے زہر قاتل ہے۔ ساتھ ہی بے ریش لڑکوں کی صحبت اور گفتگو پاک دامنی کے لیے کتنی ضرر رساں ہے کہ احتیاط نہ برتنے والا انسان بسا اوقات فتنوں اور شبہات میں گھر کر اپنی آبرو داؤ پر لگا لیتا ہے۔

مزید فرماتے ہیں:

''**ولا تمشِ فى قارعةِ الطريقِ مع المشايخِ والعامةِ**، عام لوگوں اور بوڑھوں کے ساتھ شاہراہ پر نہ چلو، اس لیے کہ اگر تم ان کو آگے بڑھنے دو گے تو اس سے علم دین کی بے توقیری ظاہر ہوگی اور اگر تم ان سے آگے چلو گے تو یہ بات بھی معیوب ہوگی کہ وہ عمر میں تم سے بڑے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ: **مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا وَلَمْ يُوَقِّرْ كَبِيْرَنَا فَلَيْسَ مِنَّا.** جو شخص چھوٹوں پر شفقت نہیں کرتا اور بزرگوں کی عزت نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں۔''

امام اعظم ابو حنیفہ کی یہ وصیت بھی انتہائی اہم اور بڑی وقیع ہے جن پر عمل بہت ساری دقتوں سے نجات کا ذریعہ ہے۔ کیوں کہ ایک جانب علم دین اور عالم دین کی بے توقیری کا خدشہ ہے تو دوسری جانب بزرگوں بوڑھوں کے اکرام و تعظیم سے منہ موڑنا ہے اور یہ دونوں چیزیں انتہائی غلط ہیں اور اس میں قول مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خلاف ورزی بھی ہے۔

وَلَا تَقْعُدْ علىٰ قوارعِ الطريقِ. اور کسی راہ گزر پر نہ بیٹھا کرو اور اگر بیٹھنے کا دل چاہے تو مسجد میں بیٹھا کرو۔ بازاروں اور مساجد میں کوئی چیز نہ کھایا کرو، شراب کے برتنوں سے اور شرابی کے ہاتھوں سے نہ پیو۔ مخمل، زیور اور انواع و اقسام کے ریشمی ملبوسات نہ پہنو کہ اس سے غرور پیدا ہوتا ہے اور رعونت جھلکتی ہے۔''

ان نصائح کو بھی مذکورہ السطور تجزیے کے پس منظر میں سمجھنا چاہیے خود بہ خود وجوہات کا انکشاف ہو جائے گا۔

ازدواجی آداب:

ازدواجی زندگی سے متعلق امام اعظم تحریر فرماتے ہیں:

وَلَا تُکْثِرُ الکلامَ فی بیتِکَ معَ اِمْرَاَتِکَ فی الفِراشِ الا وقتَ حاجتِکَ اِلَیْھا بِقدرِ ذٰلکَ.

''سوتے وقت اپنے گھر میں اپنی بیوی سے ضرورت سے زیادہ بات مت کرو، بہت زیادہ لمس اور جماع سے بھی پرہیز کرو، جب بھی اس سے جماع کا ارادہ کروتو پہلے اللہ کا ذکر کرلیا کرو اور استخارہ بھی کرلیا کرو۔ دوسروں کی عورتوں کے بارے میں اس کے سامنے کوئی بات مت کرو اور نہ ہی باندیوں کے بارے میں کوئی گفتگو کرو۔

''کیوں کہ وہ تمہاری اس طرح کی باتوں سے تمہارے خلاف جرأت مندی کا مظاہرہ کرسکتی ہے، یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اگر تم اس سے کسی غیر عورتوں کے بارے میں بات کروگے تو وہ تم سے اجنبی مردوں کے متعلق بات کرے گی۔''

امام اعظم کی اس نصیحت پر غور کرنا اور اس مسئلے پر دھیان دینا موجودہ دور میں انتہائی ضروری ہوگیا ہے کیوں کہ ترقی کے ناسور نے ہمارے معاشرے اور خانگی حالات کو انتہائی ابتر اور قابلِ رحم بنادیا ہے۔ میاں بیوی کے پاکیزہ رشتوں میں پیدا ہونے والا خلا اور آئے دن کی الجھن میں بہت زیادہ رول اس بات کا ہے جس کا تذکرہ اوپر ہوا۔ بڑے فخر سے اپنی بیوی کے سامنے دوسری خوب صورت اور فیشن پرست یا ملازمت یافتہ پڑھی لکھی لڑکیوں، عورتوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے، ان کے خدوخال تک بڑی ڈھٹائی سے زیر بحث آتے ہیں اور جب یہ قصیدہ خوانی اپنا رنگ دکھاتی ہے اور بیوی ردِعمل کا اظہار کرتی ہے تو اس وقت اپنے جرم کا احساس ہوتا ہے اور بسا اوقات ناگفتہ بہ حالات پیدا ہوجاتے ہیں اور خانگی نظام بے ہنگم ہوجاتا ہے، جس کا اثر براہِ راست بچوں اور گھر کے دوسرے افراد پر پڑتا ہے اور خود اس کی زندگی اجیرن ہوجاتی ہے۔ آگے ایک بہت عمدہ اور قابل غور نصیحت فرماتے ہیں:

وَلَا تَتَزَوَّجْ اِمْرَاَۃً کانَ لھا بَعْلٌ اَوْاَبٌ اَوْ اَمٌّ اَوْ بِنْتٌ اِنْ قَدَرْتَ اِلَّا بِشَرْطٍ.

اگر تمہارے لیے ممکن ہو تو کسی ایسی عورت سے نکاح نہ کرو جس کے شوہر نے اس کو طلاق دی ہو اور باپ، ماں یا سابقہ خاوند سے لڑکی موجود ہو لیکن صرف اس شرط پر کہ تمہارے گھر میں اس کا کوئی رشتہ دار نہیں آئے گا اور دوسری شرط یہ رکھے کہ جہاں تک ممکن ہوگا وہ بھی اپنے والد کے گھر نہیں جائے گی۔''

اس نصیحت پر عمل کرکے بہت ساری برائیوں سے بچا جاسکتا ہے۔

وَاِیَّاکَ اَنْ تَرْضٰی اَنْ تُزَفَّ فیْ بیتِ اَبویھا.

اور نکاح کے بعد تم اس بات پر راضی نہ ہوجانا کہ شب زفاف سسرال میں گزاروگے ورنہ وہ لوگ

تمہارا مال لے لیں گے اور اپنی بیٹی کے سلسلے میں انتہائی لالچ سے کام لیں گے۔

وَاِیَّاکَ وَاَنْ تَتَزَوَّجَ بِذَاْتِ البنینِ والبناتِ.

اور صاحبِ اولاد خاتون سے شادی نہ کرنا کہ وہ تمام مال اپنی اولاد کے لیے جمع کرے گی اور ان پر ہی خرچ کرے گی، اس لیے کہ اس کی اپنی اولاد تمہاری اولاد سے زیادہ پیاری ہوگی۔

ولا تَجْمَعْ بینَ اِمراتینِ فی دارٍ واحدۃٍ ولا تتزوَّجْ الا بعد ان تَعْلَمَ اَنَّکَ تَقْدِرَ علیٰ القیامِ بجمیعِ حوائجِھا.

تم اپنی دو بیویوں کو ایک ہی مکان میں نہ رکھنا اور جب تک دو بیویوں کی تمام ضروریات کو پورا کرنے کی قدرت نہ ہو دوسرا نکاح نہ کرنا۔

امورِ زندگی کی ترتیب:

فرماتے ہیں: **وَاُطْلُبِ العلمَ اَوَّلا ثُمَّ اجمَعِ المالَ من الحلالِ ثم تزوَّجْ.**

پہلے علم حاصل کرو، پھر حلال دولت کماؤ پھر شادی کرو۔ کیوں کہ اگر تعلیم حاصل کرنے کے زمانے میں مال کے پیچھے پڑوگے تو علم کی سعادت سے محروم ہوجاؤگے۔ مال تمہیں باندیاں، غلام خریدنے اور دنیا میں مشغول ہونے پر ابھارے گا۔ اس سے تمہارا وقت برباد ہوگا۔ بچوں کی بھیڑ لگ جائے گی پھر تم ان کی ضرورت پوری کرنے میں لگ جاؤگے اور علم سیکھنا چھوڑ دوگے۔ عہدِ شباب میں علم حاصل کرو جب کہ تمہارے دل ودماغ دنیا کے بکھیڑوں سے فارغ ہوں، پھر کمانے کا مشغلہ اختیار کروتا کہ شادی سے قبل تمہارے پاس بقدرِ ضرورت مال ہو کہ اس کے بغیر اہل وعیال کی ضروریات دل کو تشویش میں مبتلا کردیتی ہیں لہٰذا جب مال جمع ہوجائے تو شادی کرلو۔''

اس نصیحت میں امورِ زندگی کی جو ترتیب بیان کی گئی ہے اس میں ایک کامیاب زندگی کے اہم راز پوشیدہ ہیں اور ان کا لحاظ رکھنے والا بہترین عالم بھی بنے گا اور خود کفیل بن کر اپنی ازدواجی زندگی کے تمام معاملات بہ حسن وخوبی ادا کرسکے گا اور اس کے خلاف کرنے والا دولت تو حاصل کرلے گا لیکن علم دین سے بے بہرہ رہے گا۔ اور دنیا کے جھمیلوں میں اُلجھ کر بندۂ زر بن جائے گا جو خود اس کے لیے اور اس کے بال بچوں کی تربیت کے لیے سخت نقصان دہ ہوگا۔

سیرت وکردار کی تعمیر:

ایک کامیاب انسان وہ کہا جائے گا جس کی سیرت میں شفافیت، کردار واخلاق میں عمدگی ہوگی، جو باسلیقہ اور باوقار ہوگا۔ حلم وبردباری اور زہد وتقویٰ کا پیکر ہوگا اس لیے سیرت وکردار کی تعمیر وتشکیل

میں معاون یہ گراں قدر نصیحت تحریر فرماتے ہیں:

وعلیک بتقویٰ اللّٰہِ و اداءِ الامانۃِ و النصیحۃِ لجمیعِ الخاصۃِ و العامۃِ.

تمہارے لیے یہ ضروری ہے کہ تقویٰ اختیار کرو اور ہر خاص و عام کو نصیحت کرو۔ لوگوں کی توہین نہ کرو، انہیں عزت دو تا کہ وہ تمہاری عزت کریں۔ ان سے زیادہ میل جول نہ رکھو سوائے یہ کہ وہ تمہارے ساتھ رہا کریں اور جب ان کے ساتھ رہو تو دینی مسائل کا تذکرہ کرو، کیوں کہ اگر تمہارا ہم نشیں علم دوست ہوگا تو اس میں دل چسپی لے گا اور اگر علم دوست نہیں ہوگا تو آئندہ تمہارے ساتھ بیٹھنے سے اجتناب کرے گا۔

و ایاک و اَنْ تُکَلِمَ العامۃَ بِاَمْرِ الدینِ فی الکلامِ.

" عام لوگوں سے اصولِ دین اور علم کلام پر گفتگو کرنے سے پرہیز کرو، کیوں کہ وہ تمہارے پیروکار ہیں۔ بصورت دیگر وہ اس میں مصروف ہو جائیں گے۔ جو شخص کوئی مسئلہ پوچھنے آئے، جتنا پوچھے جواب اسی قدر دو، اس میں کچھ اور اضافہ نہ کرو، کیوں کہ ایسا کرنے سے اس کو جواب سمجھنے میں دقت ہوگی۔"

اس کا ایک مفہوم یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اگر جواب میں کچھ اور اضافہ کر دو گے تو اس کے سوال کا غیر محتاط جواب تمہیں تشویش میں مبتلا کر سکتا ہے، آگے نصیحت کو ایک نئی جہت عطا کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وَاِنْ بَقِیْتَ عَشْرَ سِنِیْنَ بِلَا کسبٍ و لاقُوْتٍ فلا تُعْرِضِ العلمَ.

اگر دس سال تک بھی بغیر کسب معاش رہنے کی نوبت آ گئی تو بھی علم سے دوری مت اختیار کرو۔ (یعنی علم سکھانے سے کسی حالت میں اعراض نہ کرنا) کیوں کہ اگر اس سے دوری اختیار کرو گے تم تمہاری زندگی تنگ ہو جائے گی۔

یہ نصیحت بھی بڑے دور رس اثرات کی حامل ہے اس لیے کہ اس میں وہ نکتہ بیان کر دیا گیا ہے جو ہر صاحبِ علم کی تدریسی و تعلیمی زندگی کی کامیابی کا عنصر کہا جا سکتا ہے، نہ تو علم کو کسبِ معاش کا ذریعہ بناؤ اور نہ ہی کسبِ زر میں اُلجھ کر علم سے دوری اختیار کرو بلکہ صبر و توکل اختیار کرتے ہوئے نورِ علم دنیا میں عام کرتے رہو۔ اللہ عزوجل ضرور تمہارے لیے غیب سے رزق کے دروازے کھول دے گا کیوں کہ: **واللّٰہ یرزق من یشاء بغیر حساب.** بصورت دیگر علم سے منہ موڑنے سے معاش کی تنگی میں بھی مبتلا ہونے کا خدشہ رہے گا۔ آگے فرماتے ہیں:

وَاَقْبِلْ علیٰ مُتَفَقِّهِیْکَ کانکَ اِتَّخَذْتَ کلَّ واحدٍ منھُم ابناً و ولداً:

"طالبانِ فقہ پر خوب توجہ دینا، ان میں ہر ایک کو اپنا عزیز اور بیٹا بنائے رکھو تا کہ ان کی دل چسپی پڑھائی کی طرف زیادہ ہو سکے۔"

"اگر کوئی عام اور بازاری شخص بحث کرے تو اس سے بحث مت کرو کیوں کہ اس سے تمہاری

عزت چلی جائے گی۔"

اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اگر کوئی عام شخص اور بازاری تم سے جھگڑا کرے تو اس سے جھگڑا نہ کرنا، ورنہ تمہاری عزت چلی جائے گی۔ یہ وصیت بھی بڑی معنی خیز اور بیش قیمت ہے۔

وَلَا تَحْتَشِمْ مِنْ اَحَدٍ عندَ ذکرِ الحقِ و ان کان سلطاناً. "حق بیان کرنے سے کبھی اور کسی کے سامنے پیچھے نہ ہٹو، اگرچہ وہ سلطان ہی کیوں نہ ہو۔"

اس دنیا میں ہمارا مشاہدہ ہے کہ حق گو انسان وقتی نقصان میں تو پڑ سکتا ہے، لیکن دائمی خسران اسے نہیں آ سکتا حق گوئی اور بے باکی مومن کی شان اور پہچان تسلیم کی گئی ہے اور مصلحت پسند اگرچہ وقتی فائدے حاصل کر لے گا لیکن خطرات ہر وقت اس کا پیچھا کیے رہیں گے۔ نتیجتاً دنیوی اور دینی خسارا اس کا سب کچھ برباد کر دے گا اس پس منظر میں یہ نصیحت کتنی اہم ہے غور کیا جا سکتا ہے۔

عبادت و ریاضت اور نیکی کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے اور مسابقتی مزاج رکھنے کا درس دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

وَلَا تَرْضَ لِنَفْسِکَ من العباداتِ الا باکثرَ مِمَّا یَفْعَلُهُ غیرُکَ وَیَتَعَاطَاهُ. جتنی عبادت دوسرے لوگ کرتے ہیں اس سے زیادہ عبادت کرو، کیوں کہ لوگ اگر تمہیں کم عبادت کرتے دیکھیں گے تو تمہارے متعلق عبادت میں کم رغبت ہونے کا گمان کریں گے اور یہ سمجھیں گے کہ تمہارے علم نے تمہیں کوئی نفع نہیں پہنچایا سوائے اس نفع کے جو ان کو ان کی جہالت نے بخشا ہے، جس میں وہ مبتلا ہیں۔

معاشرتی آداب:

اچھا انسان وہ ہے جو اپنی خوش اطواری اور حسنِ اخلاق سے معاشرے پر اچھے اثرات چھوڑے۔ اس کے آس پاس سانسیں لینے والی زندگیاں اس سے کوئی خوف و حزن محسوس نہ کریں، اسے اچھی نگاہ سے دیکھا جائے، اس سے تعلقات بنائے رکھنے کی خواہش کی جائے، دین کا مسئلہ یا دنیا کا معاملہ فیصل کرنے میں لوگ اس کی طرف نظر کریں اس کا ظاہر و باطن یکساں ہو۔ یہ تمام امور معاشرتی آداب سے متعلق ہیں۔ اس ضمن میں امام اعظم ابوحنیفہ فرماتے ہیں:

واذا دخلتَ بلدةً فیھا اھلُ العلمِ فلا تَتَّخِذُهَا لنفسِکَ بَلْ کُنْ کَوَاحِدٍ مِنْ اَھْلِھِمْ. جب تم کسی ایسے شہر میں جاؤ جس میں اہل علم بھی ہوں تو وہاں اپنی ذات کے لیے کسی امتیازی حیثیت کو اختیار نہ کرو بلکہ اس طرح رہو کہ گویا تم انہیں میں کے ایک فرد ہو۔ تا کہ ان کو یقین ہو جائے کہ تم ان کے تشخص کے لیے خطرہ نہیں ہو ورنہ وہ سب تمہارے مخالف ہو جائیں گے اور تمہارے مسلک پر کیچڑ اُچھالیں گے اور عام لوگ بھی ان کی حمایت میں تمہارے خلاف ہو جائیں گے، تمہیں بری نظر سے

دیکھیں گے جس کی وجہ سے تم ان کی نگاہ میں ملعون ہو جاؤ گے۔

وَاِنْ اِسْتَفْتُوْکَ فی المسائلِ فَلَا تُنَاقِشْهُمْ فی المناظَرَةِ وَالْمُطَارَحاتِ. اور اگر وہ تم سے مسائل دریافت کریں تو ان سے مناظرہ یا جلسہ گاہ میں بحث وتکرار سے باز رہو اور جو بات ان سے کرو واضح دلیل کے ساتھ کرو۔ ان کے اساتذہ کو طعنہ نہ دو، ورنہ وہ تمہارے اندر بھی کیڑے نکالیں گے۔

موجودہ دور میں اس نصیحت کی اہمیت وافادیت اور فزوں ہو جاتی ہے کہ ایک استاد کے شاگرد دوسرے کے اساتذہ پر بلا وجہ طعن وتشنیع کرنا اپنا حق سمجھتے ہیں اور اس میں انہیں فخر محسوس ہوتا ہے، جس کا جواب بھی طنز ونشتر کے ساتھ ملتا ہے۔ اور یوں یہ سلسلہ دراز ہوتا جاتا ہے اور اختلافات واعتراضات کا ایک آتش فشاں پھوٹ پڑتا ہے جس کا حاصل کچھ بھی نہیں نکلتا۔ یہ مسئلہ صرف اساتذہ اور تلامذہ تک محدود نہیں ہے بلکہ پیروں اور مریدوں کے درمیان بھی اس طرز کے لایعنی اور بے انتہا غلط اقدام کو رواج حاصل ہو گیا ہے۔ جب کہ سچی بات وہی ہے جو امام اعظم نے فرمائی ہے اور جس کی ترجمانی سید آل رسول حسنین میاں نظمی مارہروی یوں کرتے ہیں کہ: ''دو جے پیر کو چھیڑو مت، اپنے پیر کو چھوڑو مت''

وَکُنْ مِنَ النَّاسِ علیٰ حَذَرٍ وَکُنْ لِلّٰہِ تَعَالٰی فِیْ سِرِّکَ کَمَا اَنْتَ لَهٗ فِیْ عَلَانِیَتِکَ. تمہیں چاہیے کہ لوگوں سے ہوشیار رہو اور اپنے باطنی احوال کو اللہ تعالیٰ کے لیے ایسا خالص بنا لو جیسا کہ تمہارے ظاہری احوال ہیں۔ کیوں کہ علم کا معاملہ اس وقت تک اصلاح پذیر نہیں ہوتا تاوقتیکہ تم اس کے باطن کو ظاہر کے مطابق نہ بنا لو۔''

آدابِ زندگی:

زندگی کے دوسرے آداب سے متعلق امام ابو یوسف کو تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

واذا اولاک السلطانُ عملًا لایَصْلُحُ لکَ فلا تَقْبَلْ ذٰلکَ منه الا بعد ان تَعْلَمَ اَنَّهٗ اِنَّمَا لَاُیُوْتِیْکَ ذٰلکَ اِلَّا لِعِلْمِکَ.

جب سلطان وقت تمہیں کوئی ایسی ذمہ داری دینا چاہے جو تمہارے لیے مناسب نہ ہو تو اسے اس وقت تک قبول نہ کرو جب تک کہ تمہیں یہ معلوم نہ ہو جائے کہ اس نے تمہارے علم کی وجہ سے یہ ذمہ داری تمہیں سونپی ہے۔

آدابِ زندگی سے متعلق امام اعظم کی یہ وصیت بھی بڑی عمدہ فکر پر مشتمل ہے، اس کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی جاسکتی ہے کہ اگر تم اس منصب کو قبول نہ کرو گے تو کوئی ایسا شخص قبول کرلے گا جس سے لوگوں کو نقصان پہنچے گا۔ لیکن بہر حال احتیاط اور سوچ بچار کے بعد ہی کوئی عہدہ قبول کرو۔

آگے مزید فرماتے ہیں کہ:

وَاِیَّاکَ وَاَنْ تَتَکَلَّمَ فِیْ مَجْلِسِ النظرِ علیٰ خُوْفٍ. ''اور اہلِ دانش کی محفل میں خوف سے کبھی بھی بات مت کرو، کیوں کہ اس سے الفاظ میں خلل اور زبان میں لکنت پیدا ہوتی ہے۔''

وایاک و ان تُکْثِرَ الضَحِکَ. '' زیادہ ہنسنے سے پرہیز کرو، کیوں کہ زیادہ ہنسی دل کو مردہ کر دیتی ہے۔''

''چلنے کے دوران سکون اور اطمینان سے چلو اور امورِ زندگی کی ادائیگی میں زیادہ عجلت پسند نہ بنو، جو پیچھے سے تمہیں آواز دے اس کا جواب مت دو کہ پیچھے سے چوپایوں کو آواز دی جاتی ہے۔''

''گفتگو کے وقت نہ چیخو اور نہ ہی اپنی آواز کو زیادہ بلند کرو، سکون اور قلتِ حرکت کو اپنی عادت میں شامل کرو تا کہ لوگوں کو تمہاری ثابت قدمی کا یقین ہو جائے۔''

''لوگوں کے درمیان جب رہو تو اللہ عزوجل کا ذکر کثرت سے کرو تا کہ لوگ تم سے اس خوبی کو حاصل کرلیں۔ اپنے لیے نماز کے بعد ایک وظیفہ مقرر کرلو، جس میں قرآن کی تلاوت کرو، اللہ عزوجل کا ذکر کرو، اس کی بخشی ہوئی نعمتوں کا شکر یہ ادا کرو اور صبر ورضا کا اظہار کرو۔ ہر مہینے میں کچھ دن روزوں کے لیے خاص کرلو تا کہ عام لوگ تمہاری وجہ سے اس عمل کی طرف راغب ہو سکیں۔''

مذکورہ نصائح میں عوام الناس کے درمیان رہتے ہوئے شریعتِ اسلامیہ کے قوانین واحکام پر عمل کرنے، نیک کاموں کی طرف انہیں بلانے اور اللہ عزوجل کا نیک بندہ بنے رہنے کی تلقین کی گئی ہے، اور ایسے امور بھی زیر بحث آئے ہیں جن کا تعلق زندگی کی اعلیٰ ترین قدروں سے ہے اور جن پر عمل عزت کی زندگی کی ضمانت ہے، تصفیۂ قلب اور تزکیۂ باطن اور حفاظت علم وفن کا حکم دیتے ہوئے رقم فرماتے ہیں:

وَرَاقِبْ نَفْسَکَ وَحَافِظْ علیٰ الخَیْرِ تَنْتَفِعُ مِنْ دُنْیَاکَ وَآخِرَتِکَ بِعِلْمِکَ. '' اپنے نفس کا محاسبہ کرتے رہو اور اپنے علم کی حفاظت کرتے رہو تا کہ تمہاری دنیا وآخرت سنور سکے۔ ایک نسخے میں ''وَحَافِظْ عَلیٰ الْغَیْرِ'' بھی آیا ہے جس کا معنی ہوگا اور دوسروں کے رویے پر بھی نظر رکھو۔'' (حاشیۃ الاشباہ، ص:۵۱۹)

''بذاتِ خود خرید وفروخت نہ کرو بلکہ اس کام کے لیے ایک خدمت گار رکھو جو تمہاری اس طرح کی حاجتوں کو بہ حسن وخوبی پورا کرے اور تم اپنے دنیوی معاملات میں اس پر بھروسہ کرو۔''

مولانا منظر الاسلام ازہری یوں ترجمہ کرتے ہیں:

''اپنے نفس کو نہ بیچو اور نہ ہی خریدو بلکہ اسے اپنا مصلح غلام بنا لو جو تمہاری خدمت کا کام انجام

دے، تم اپنے معاملات میں اس پر اعتماد کرو۔'' (قاضی ابو یوسف، حیات اور علمی کارنامے، ص:۱۴۵)

اصل عربی متن یہ ہے: وَلَا تَشْتَرِ بِنَفْسِکَ وَلَا تَبِعْ بَلْ اِتَّخِذْ لَکَ غُلَاماً مُصْلِحاً لِیَقُوْمَ بِاَشْغَالِکَ وَتَعْتَمِدُ عَلَیْهِ فِیْ اُمُوْرِکَ. (الاشباہ، ص:۵۱۹)

متن پر غور کرنے سے پہلا ترجمہ زیادہ بہتر معلوم ہوتا ہے۔

کیوں کہ بذاتِ خود بازاروں میں جا کر خرید وفروخت کرنے اور سودا سلف لانے سے عالمانہ وقار مجروح ہوگا، اس کام کے لیے کوئی خدمت گار رکھ لو، تاکہ خورد ونوش کی اشیا مارکیٹ میں جا کر لا سکے اور تم ان کلفتوں سے محفوظ رہو اور تمہاری عالمانہ شان پر کوئی حرف نہ آنے پائے۔ یہ حکم تجارتی لین دین کو شامل نہیں ہے کیوں کہ امام اعظم ابوحنیفہ خود تجارت کیا کرتے تھے اور تجارت تو سنتِ انبیا ہے بلکہ اس کا پسِ منظر وہی ہے جو اوپر بیان ہوا۔

وَلَاتَطْمَئِنَّ اِلٰی دُنْیَاکَ وَاِلٰی مَا اَنْتَ فِیْهِ. اپنی دنیا اور جس چیز میں تم ہو اس سے آسودہ نہ ہو، بلفظ دیگر اپنے دنیاوی معاملات اور درپیش صورت حال کے بارے میں بے فکر مت رہو، کیوں کہ اللہ تعالیٰ تم سے ان باتوں کی پرسش کرے گا۔

وَلَا تَشْتَرِ الْغِلْمَانَ الْمُرْدَانَ، امرد غلام مت خریدو، وجہ ظاہر ہے کہ بے ریش غلام فتنے کا باعث ہے۔

مزید فرماتے ہیں: ''سلطان وقت سے اپنے خصوصی تعلق کو لوگوں پر ظاہر نہ ہونے دو، اگرچہ تمہیں اس کا قرب حاصل ہو، ورنہ لوگ تمہارے سامنے اپنی ضرورتیں پیش کریں گے، اور اگر تم ان کی حاجتیں بادشاہ کے روبرو پیش کرو گے تو وہ تمہیں تمہارے مقام سے گرا دے گا اور اگر تم نے لوگوں کی حاجتوں پر دھیان نہیں دیا تو وہ تمہیں الزام دیں گے۔''

آدابِ وعظ ونصیحت:

ارشاد وتبلیغ اور وعظ وتذکیر بھی بہت ساری احتیاطی تدابیر کا متقاضی ہے کہ ان کے بغیر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا اہم کام کامیابی سے ہم کنار نہ ہوگا، بہ صورت دیگر اس کا نتیجہ اُلٹا برآمد ہوگا، اس خیال کو مدنظر رکھتے ہوئے امام اعظم ابوحنیفہ فرماتے ہیں:

وَلَا تَتَّبِعِ النَّاسَ فِیْ خَطَایَاهُمْ بَلْ اِتَّبِعْ فِیْ صَوَابِهِمْ. غلطیوں میں لوگوں کی پیروی مت کرو، ہاں اچھائیوں میں ان کی پیروی ضرور کرو۔

جب تم کسی شخص میں برائی دیکھو تو اس شخص کا تذکرہ اس برائی کے ساتھ نہ کرو بلکہ اس سے بھلائی کی امید رکھو اور جب وہ بھلائی کرے تو اس کی بھلائی کا ذکر کرو۔ البتہ اگر تمہیں اس کے دین میں خرابی

معلوم ہو تو لوگوں کو اس سے ضرور آگاہ کر دو تاکہ لوگ اس کا اتباع نہ کریں اور اس سے دور رہیں۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

اُذْکُرُوْا الْفَاجِرَ بِمَا فِیْهِ حَتّٰی یَحْذَرَهُ النَّاسُ وَاِنْ کَانَ ذَاجَاهٍ وَمَنْزِلَةٍ (فاسق وفاجر آدمی جس برائی میں مبتلا ہے اسے بیان کرو تاکہ لوگ اس سے بچیں اگرچہ وہ شخص صاحبِ جاہ ومنزلت ہو)

نصیحت کا یہ ٹکڑا انتہائی اہم اور بے حد ضروری ہے۔ کسی برے آدمی کی برائی کا تذکرہ اور وہ بھی ایسی برائی جس کا تعلق دُنیوی امور سے ہو، نہ کرنے میں بھلائی ہے کیوں کہ اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے ہاں اگر اس شخص کے دین میں خلل واقع ہوا ہو، وہ بدمذہب یا بددین ہو چکا ہے یا دینی احکامات میں کتر بیونت کر رہا ہو تو لوگوں کو تنبیہ کرو اور اس کے نقائص ان کے روبرو بیان کرو تاکہ اس سے اپنا دین وایمان بچا سکیں اور اس کی فتنہ پروری کا شکار نہ ہوں۔ اور ایسا کرنے سے دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ پھر کوئی شخص دین میں نئے گمراہ کن افکار واعمال کے اظہار کی ہمت نہ کرے گا۔

وَاِذَا رَاَیْتَ مِنْ سُلْطَانِکَ مَالَا یُوَافِقُ الْعِلْمَ فَاُذْکُرْ ذٰلِکَ مَعَ طَاعَتِهٖ اِیَّاهُ. ''اسی طرح اگر تم سلطانِ وقت سے خلافِ علم یا خلافِ دین کوئی بات دیکھو تو اس کی فرماں برداری کے اندر رہتے ہوئے آگاہ کر دو۔''

یعنی اظہارِ وفاداری بھی ہو اور اظہارِ حق بھی اور غلط باتوں پر تنبیہ وآگاہی بھی، کیوں کہ بادشاہ کو وفاداری کا یقین دلاتے ہوئے جو نصیحت کی جائے گی اس کا مثبت نتیجہ برآمد ہوگا، لیکن یہ کام بار بار نہ ہونے پائے کیوں کہ ہو سکتا ہے کہ وہ شاید تم پر سختی کرے اور اس میں تمہارے علم کی توہین ہوگی اور تمہارے وقار پر ضرب پڑے گی۔ یہ کام تنہائی میں زیادہ مؤثر ہوگا اور اسے بھی سنجیدگی سے سوچنے کا موقع ملے گا۔

چند اہم نصیحتیں:

فرماتے ہیں: وَاُذْکُرِ الْمَوْتَ وَاسْتَغْفِرْ لِلْاُسْتَاذِ وَمَنْ اَخَذْتَ مِنْهُمُ الْعِلْمَ.

''موت کو یاد کرو، اپنے اساتذہ اور اتالیقوں کے لیے دعائے مغفرت کرو، قرآن کریم کی تلاوت کرو، زیارتِ قبور کے ساتھ ساتھ مشائخ اور مقدس مقامات کی زیارت بھی کثرت سے اپنے معمولات میں شامل رکھو۔''

وَاقْبَلْ مِنَ الْعَامَةِ مَایَعْرِضُوْنَ عَلَیْکَ مِنْ رُؤْیَاهُمْ فِی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ. الخ.

''عام لوگ اگر خواب میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کے بارے میں کچھ کہیں تو

قبول کرو، یوں ہی خواب میں نیک لوگوں کی زیارت سے متعلق یہ پوچھیں کہ انہوں نے انہیں مسجدوں میں، مقدس مقامات پر اور مقبروں میں دیکھا ہے تو اس کو تسلیم کرو۔''

کیوں کہ یہ سارے خواب اچھائیوں اور سرفرازیوں کا اعلامیہ ہیں اور یہ سب ممکنات میں ہیں، اس لیے تسلیم کرنے میں ان کی حوصلہ افزائی اور انکار کرنے میں ان کی دل شکنی ہے۔ آگے ارشاد فرماتے ہیں:

وَلَا تُجَالِسْ اَحَداً مِنْ اَهْلِ الْاَهْوَاءِ اِلَّا عَلٰى سَبِيْلِ الدَّعْوَةِ اِلَى الدِّيْنِ. '' کسی بدعتی کی صحبت اختیار نہ کرو، ہاں ''دعوت الی الحق'' کی غرض سے شرکت کی اجازت ہے۔''

یہ ایسا نکتہ ہے جس پر توجہ دینے کی ضرورت ہے، مشہور زمانہ فارسی شعر ہے۔

صحبت صالح ترا صالح کند
صحبت طالع ترا طالع کند

اچھوں کی صحبت تمہیں نیک بنادے گی اور بُرے کی صحبت بُرا بنادے گی، رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

اِيَّاكُمْ وَاِيَّاهُمْ لَا يُضِلُّوْنَكُمْ وَلَا يُفْتِنُوْنَكُمْ. '' تم ان (بدمذہبوں) سے دور رہو اور انہیں اپنے سے دور رکھو، کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں، کہیں وہ تمہیں فتنے میں نہ ڈال دیں۔'' (مسلم شریف)

اس لیے بدمذہب کی دوستی اور اس کی صحبت سے احتراز لازم ہے کیوں کہ صحبت بہت جلد اپنا اثر دکھادیتی ہے ہاں اگر اس کو دینِ حق اور پیغامِ حق کی دعوت دینا مقصود ہو تو اس کے پاس بیٹھنے میں حرج نہیں، کیوں کہ اس کے بغیر دین کی سچی دعوت ان تک پہنچائی ہی نہیں جاسکتی۔

وَلَا تُكْثِرِ اللَّعِبَ وَالشَّتْمَ. '' کھیل کود، لعن طعن اور گالی گلوج سے پرہیز کرو۔''

وَاِذَا اَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ فَتَاَهَّبْ لِدُخُوْلِ الْمَجْسِدِ. '' مؤذن اذان دے تو عوام سے قبل مسجد آنے کی تیاری کرو'' تاکہ عام لوگ اس بات میں تم سے آگے نہ نکل جائیں۔ بادشاہ کے پڑوس میں اپنا گھر نہ بناؤ، پڑوسیوں کے کسی راز سے واقف ہوجاؤ تو اس پر پردہ ڈال دو کیوں کہ وہ تمہاری امانت ہے، لوگوں کا راز افشا نہ کرو۔ کوئی کسی چیز میں مشورہ طلب کرے تو اپنے علم کی روشنی میں اس کے متعلق مشورہ دو کیوں کہ یہ قربتِ الٰہی کا ذریعہ ہے۔

وَاقْبَلْ وَصِيَّتِىْ هٰذِهِ فَاِنَّكَ تَنْتَفِعُ بِهَا فِىْ اُوْلَاكَ وَاٰخِرِكَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى.

''میری اس وصیت کو قبول کرو، ان شاء اللہ عزوجل تمہیں دنیا اور آخرت میں نفع پہنچے گا۔''

مذکورہ وصایا کا ایک ایک ٹکڑا اپنے اندر ایک جہانِ معنی رکھتا ہے۔ ان کا مطالعہ یہ باور کراتا ہے کہ

امام اعظم ابوحنیفہ کس قدر دور اندیش اور معاملہ فہم تھے، زندگی کے چھوٹے چھوٹے حصے بھی ان کی نگاہ میں واضح تھے اور جن سے چشم پوشی بہت بڑے گھاٹے کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔

اخلاق حسنہ سے متعلق:

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: تم میں کا اچھا انسان وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں، ایک انسان بڑا اس وقت بنتا ہے جب اس کے اخلاق اچھے ہوں گے وہ اچھی سیرت و کردار کا مالک ہوگا۔ مذہب اسلام نے تو اخلاق حسنہ کی ایسی ایسی قدروں کی نشان دہی کردی ہے کہ جن پر عمل انسانی زندگی کی معراج ثابت ہوسکتا ہے۔ اس اہم اور بے حد ضروری امر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے امام اعظم فرماتے ہیں:

وَاِيَّاكَ وَالْبُخْلَ فَاِنَّهٗ يُبْغَضُ بِهِ الْمَرْءُ وَلَا تَكُ طَمَّاعاً وَلَا كَذَّاباً وَلَا صَاحِبَ تَخْلِيْطٍ بَلْ اِحْفَظْ مُرُوْئَتَكَ فِى الْاُمُوْرِ كُلِّهَا.

''بخالت سے بچنے کی کوشش کرو کیوں کہ اس میں آدمی کی رسوائی ہوتی ہے۔ لالچی اور دروغ گو نہ بنو، حق و باطل کو آپس میں خلط ملط نہ کیا کرو بلکہ تمام اُمور میں اپنی غیرت کی حفاظت کرو۔''

بخل، طمع، کذب و دروغ گوئی اور مصلحت پسندی و تملق اخلاق رذیلہ میں شمار کیے جاتے ہیں اور ایسے کیرکٹر کا انسان معاشرتی وقار کھودیتا ہے، نہ تو اس کی بات میں وزن باقی رہتا ہے اور نہ ہی اس کے معاملات درست رہتے ہیں، عام انسان ایسے شخص سے دوری بنائے رکھنے کی کوشش کرتا ہے کیوں کہ یہ شرافت سے گرا ہوا فعل ہے۔ سادگی اور خوش اطواری اچھے اور نیک انسانوں کا شیوہ ہے، اس لیے فرماتے ہیں:

وَالْبَسْ من الثيابِ البِيْضِ فى الاحوالِ كلِها، ''ہر وقت سفید لباس استعمال کیا کرو۔''

''دلی طور پر بے نیازی کا اظہار کرو اور یہ بھی ظاہر کرو کہ تمہیں دنیا کا نہ تو کوئی لالچ ہے اور نہ ہی کوئی ہوس۔ محتاجی کے وقت بھی غنا کا اظہار کرو فقر کا نہیں۔''

''باہمت بنو، کیوں کہ جس کا حوصلہ پست ہوجاتا ہے اس کی منزل بھی کم ہوجاتی ہے۔''

ان نصیحتوں کے معنوی ابعاد بڑے نورانی اور مستحکم ہیں، جہاں سادہ سفید لباس سنجیدگی، سادگی اور خوش اطواری کی نشانی ہے وہیں دلی طور پر بے نیازی کا اظہار اور ہوس دنیا سے عدم توجہی اور اجتناب خوش آیند مستقبل کی ضمانت اور عزت و وقار کی دلیل ہے، ساتھ ہی ہمت و حوصلہ اور بلندیِ خیال عروج و ارتقا کے عناصر ترکیبی بھی اور پست ہمتی مقصود و ہدف تک پہنچنے میں بہت بڑی رکاوٹ ہے۔ ڈاکٹر محمد

اقبالؔ کی زبان میں ع

''قوموں کی حیات ان کے تخیل پہ ہے موقوف''

انسان جس قدر شائستہ مزاج ہوگا لوگوں کا جھکاؤ اس کی جانب اتنا ہی ہوگا، اسے عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھا جائے گا، اس پہلو کو مدنظر رکھتے ہوئے امام اعظم ابوحنیفہ کی یہ نصیحت پڑھیں، فرماتے ہیں:

وَاِذَا مَشِیْتَ فِیْ الطَّرِیْقِ فَلَا تَلْتَفِتْ یَمِیْناً وَلَا شِمَالاً بَلْ دَاوِمِ النَّظَرَ اِلیٰ الْاَرْضِ.

''راہ چلتے وقت دائیں بائیں توجہ نہ کرو بلکہ ہمیشہ زمین کی جانب نظر رکھو۔''

مزید فرماتے ہیں: ''اور جب تم حمام میں داخل ہو تو حمام اور نشست گاہ کی اجرت دوسرے لوگوں سے زیادہ دو تاکہ ان پر تمہاری اعلیٰ ہمتی ظاہر ہو اور وہ تمہیں باعظمت انسان خیال کریں۔''

کس قدر بیش قیمت اور نفع بخش وصایا ہیں جن پر عمل انسان کو بہت عظیم بنا سکتا ہے، گزشتہ سطور میں گزر چکا ہے کہ امام اعظم نے امام ابو یوسف کو نصیحت فرمائی کہ خود بازار جا کر سودا سلف نہ لایا کرو بلکہ اس کام کے لیے ایک خدمت گار رکھو جو تمہارا یہ کام انجام دے سکے، ہم نے اس مقام پر لکھا تھا کہ یہ حکم اور وصیت تجارت سے ممانعت کا حکم نہیں ہے بلکہ صرف ایک خاص پس منظر میں مذکورہ وصیت کو سمجھنا چاہیے، خاص تجارت اور اس میں کامیابی سے متعلق درج ذیل وصیت ملاحظہ فرمائیں، لکھتے ہیں:

وَلَا تُسَلِّمِ الْاَمْتِعَةِ اِلیٰ الْحَائِکِ وَسَائِرِ الصُّنَاعِ بَلْ اِتَّخِذْ لِنَفْسٍ ثِقَةٍ یَفْعَلُ ذٰلِکَ.

''کپڑا بننے والے کو اور یوں بھی کسی بھی کاریگر کو اپنا سامان خود جا کر نہ دو بلکہ اس کے لیے ایک بااعتماد ملازم رکھو، جو یہ اُمور انجام دیا کرے۔''

''درہم ودینار کا اندازہ خود مت لگاؤ بلکہ اس سلسلے میں دوسروں پر اعتماد کرو۔''

یہ وصیت بھی بڑی گراں قدر اور دور اندیشی پر مبنی ہے کہ اس پر عمل کسی بھی انسان کو ایک باعزت اور بھروسہ مند شہری کے روپ میں کھڑا کرتا ہے اور شکوک سے محفوظ رہتا ہے، دنیا کی بے ثباتی ہر کسی کو تسلیم ہے بلکہ ہر شخص اس اعتراف پر خود کو مجبور پاتا ہے، ہاں طالب دنیا اس کے برعکس خیال رکھتا ہے اور اسی خیال بد میں پوری زندگی اپنے اور اہلِ خانہ کا سکون غارت کرتا رہتا ہے، نہ کسی پل چین پاتا ہے اور نہ ہی دنیوی حرص پر اس کا ضمیر اسے ملامت کرتا ہے، ان باتوں کے ضمن میں یہ وصیت بڑی وقیع اور قابلِ قدر ہے، فرماتے ہیں:

وَحَقِّرِ الدُّنْیَا الْمُحَقَّرَةَ عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ فَاِنَّ مَاعِنْدَ اللّٰهِ خَیْرٌ مِنْهَا ''اور دنیا کو حقیر سمجھو کیوں

کہ وہ اہلِ علم کے نزدیک بے قدر و قیمت ہے اور اللہ عزوجل کے پاس جو نعمتیں ہیں وہ دنیا سے بہتر ہیں۔''

اس میں حقیر اور بے وقعت دنیا سے بچنے کی تلقین بھی ہے اور بالخصوص اہلِ علم کے لیے عمدہ درس بھی کہ حقیر دنیا کا طالب ہونا ان کی شایانِ شان نہیں بلکہ ان کی شان تو توکل، صبر، استقامت، اور اللہ کی بخشی ہوئی دوسری عظیم عظیم نعمتیں ہیں، جن کا مقابلہ دنیا کی دولت قطعاً نہیں کرسکتی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: اَلدُّنْیَا فَاحِشَةٌ دنیا فاحشہ ہے، جو طالب سے بھاگتی ہے اور ہارب کا پیچھا کرتی ہے..... ایک دوسری حدیث پاک کا مفہوم ہے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: اگر اللہ عزوجل کے نزدیک دنیا کی وقعت مچھر کے پَر کے برابر بھی ہوتی تو کسی کافر کو ذرہ بھر نہیں دی جاتی۔ غلیظ تھی، غلیظ کو دی گئی۔

یہ دونوں احادیث مبارکہ دنیا کی حقیقت کو بڑے واشگاف انداز میں بیان کررہی ہیں لیکن اسی دنیا کا دوسرا پہلو بھی حدیث پاک میں اجاگر کردیا گیا ہے کہ: اَلدُّنْیَا مَزْرَعَةُ الْاٰخِرَةِ، دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ دنیا کی آلائشوں اور غلاظتوں سے بچتے ہوئے اسی دنیا میں تمہیں آخرت کی تیاری بھی کرنی ہے۔ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ، اے ہمارے رب! ہمیں دنیا وآخرت کی بھلائی عطا فرما اور جہنم کے عذاب سے محفوظ فرما۔ اس دعا کا مطلب بھی یہی ہے کہ دنیا ے غلیظ سے اپنا دامن بچاتے ہوئے اچھائیوں اور نیکیوں کی جانب رغبت کرو اور آخرت کی بھلائی اور کامیابی کا سامان کرو۔

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بار بار منصبِ قضا اور عہدۂ علم دین کی کما حقہ ادائیگی پر توجہ دے رہے ہیں، نا اہلوں سے بحث ومناظرہ، عوام الناس سے علمی باتیں، پاگلوں سے کلام اور اس جیسے دوسرے اُمور منفی نتائج کے حامل ہیں، اس لیے ان کاموں سے بچے رہنے کی تلقین فرماتے ہیں:

وَاِیَّاکَ اَنْ تُکَلِّمَ الْمَجَانِیْنَ وَمَنْ لَایَعْرِفُ الْمُنَاظَرَةَ وَالْحُجَّةَ مِنْ اَهْلِ الْعِلْمِ.

''پاگلوں اور ان اہلِ علم سے جنہیں فنِ مناظرہ کا علم نہیں اور نہ ہی دلائل کا پتہ ہے بات مت کرو۔''

''جو لوگ جاہ پرست ہیں اور لوگوں کے درمیان مسائل کا ذکر چھیڑتے ہیں وہ تمہیں کسی طرح نیچا دکھانے کے خواہش مند ہیں انہیں تمہاری کچھ بھی پروا نہیں، اگرچہ انہیں یہ معلوم ہوجائے کہ تم حق پر ہو۔''

تاریخ شاہد ہے کہ بڑے بڑے اہلِ علم، فقہا ومحدثین اور قضاۃ کو انا پسندی اور جاہ پرستی میں مست لوگوں نے انتہائی پریشان کن حالات کا سامنا کرنے پر مجبور کیا ہے، حسد کی آگ میں جل بھن کر وہ ہر وقت کچھ نہ کچھ تدبیریں بھی کرتے رہتے تھے، جن کا مقصد سوائے اس کے اور کچھ نہیں تھا کہ انہیں نیچا

دکھایا جائے، انہیں اپنے سامنے جھکنے پر مجبور کیا جائے۔ اس کے لیے وہ پروپیگنڈوں کا سہارا لیتے تھے، غیبت اور الزام تراشی کے ذریعہ اپنی اَنا کو تسکین دیا کرتے تھے۔ امام احمد رضا قادری علیہ الرحمۃ والرضوان کو کتنا طعن وتشنیع کا نشانہ بنایا گیا اور حاسدین نے کیا کیا حربے نہ اپنائے جبھی تو فرماتے ہیں۔

اک طرف اعدائے دین ایک طرف حاسدین
بندہ ہے تنہا شہا تم پہ کروڑوں درود

اتہام والزام، حسد وکینہ پروری کا یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے اور پاک دامنوں پر اس وقت بھی کیچڑ اُچھالے جارہے ہیں، اس غلط فعل میں بھی وہی فکر کام کر رہی ہے جس کا تذکرہ اوپر ہوا، اللہ عزوجل ہمیں ان فتنوں سے محفوظ رکھے، آمین۔

علم تواضع چاہتا ہے، جو جتنا بڑا عالم ہوگا، جس کے پاس علم وفن کا جتنا بڑا ذخیرہ ہوگا، وہ اتنا ہی منکسر المزاج اور متواضع ہوگا۔ کبر ونخوت اور اَنا پرستی سے کوسوں دور ہوگا، وہ اپنی تعظیم واکرام کا متمنی نہ ہوگا اس ضمن میں امام اعظم ابوحنیفہ کا یہ حکم پڑھ لیں فرماتے ہیں:

وَاِذَا دَخَلْتَ عَلٰی قَوْمٍ کِبَارٍ فَلَا تَرْفَعْ عَلَیْھِمْ مَالَمْ یَرْفَعُوْکَ کَیْلَا یَلْحَقَ بِکَ مِنْھُمْ اَذِیَّۃٌ.

''اور جب بھی کسی بڑے رُتبے والے کے پاس جاؤ تو ان پر برتری حاصل کرنے کی کوشش نہ کرو جب تک وہ خود تمہیں بلند جگہ نہ عطا کردیں تاکہ ان کی جانب سے تمہیں کوئی اذیت نہ پہنچے۔'' مزید فرماتے ہیں: ''جب لوگوں کے پاس جاؤ اور نماز کا وقت ہوجائے تو تعظیماً امامت کے لیے اس وقت تک آگے نہ بڑھو جب تک وہ خود تمہیں آگے نہ بڑھائیں۔''

چند قابلِ توجہ وصایا:

امام اعظم ابوحنیفہ کے درج بالا بیش تر وصایا میں اس پہلو کو اجاگر کیا گیا کہ اہلِ علم پر لازم ہے کہ وہ کوئی بھی ایسا کام نہ کرے جس سے علم کی توہین ہو یا اس کے عالمانہ وقار کو زک پہنچے۔ کیوں کہ علما کے لیے جو چیز تاجِ کرامت مانی گئی ہے وہ علم دین ہے، نازک سے نازک لمحات میں بھی یہ تاجِ شرافت سروں سے گرنے نہ پائے، اسی لیے شریعت مطہرہ یہ واضح حکم دیتی ہے: **اَلْاِسْتِھْزَاءُ بِالْعِلْمِ وَالْعُلَمَاءِ کُفْرٌ.** ''علم اور علما کی توہین اور استہزا کفر ہے''۔ (الاشباہ والنظائر، کتاب السیر، ص:۸۷، ج:۲)

دوسرا حکم ہے: **وَمَنْ اَبْغَضَ عَالِماً مِنْ غَیْرِ سَبَبٍ ظَاھِرٍ خِیْفَ عَلَیْہِ الْکُفْرُ.** یعنی ''جس نے بغیر کسی سببِ ظاہر کے کسی عالم سے دشمنی رکھی اس پر کفر کا اندیشہ ہے۔'' (بحرالرائق، ص:۱۲۴، ج:۵)

اس ضمن میں چند دیگر وصایا کا خلاصہ ملاحظہ فرمائیں فرماتے ہیں:

''سیرابی چشم کی غرض سے باہر نہ جاؤ، سیر گاہوں میں بھی نہ جایا کرو۔''

''علمی مجلس میں کبھی بھی غصے کا اظہار مت کرو، عام لوگوں کے درمیان قصہ گوئی سے پرہیز کرو، کیوں کہ قصہ گو کو جھوٹ بولے بغیر چارہ نہیں۔ جب تم کسی اہلِ علم کے لیے علمی مجلس قائم کرو تو اگر وہ فقہی مجلس ہے تو خود اس میں شریک رہو اور اپنے علم کے مطابق بیان بھی کرو تاکہ تمہاری شرکت کی وجہ سے لوگوں کو دھوکہ نہ ہوجائے کہ تمہارا ہم نشیں کوئی عالم ہے جب کہ وہ درحقیقت عالم نہ ہو۔''

''اور اگر وہ شخص فتویٰ سمجھنے کا اہل ہے تو فتویٰ بیان کرو ورنہ ضرورت نہیں ہے، اور ان کے ساتھ اس مقصد کے لیے نہ بیٹھو کہ وہ تمہارے سامنے درس دیں بلکہ ان کے پاس اپنا کوئی معتمد بھیج دو جو تمہیں ان کے مبلغ علم اور طریقۂ کلام کی اطلاع دیتا رہے۔''

''مجلس ذکر ووعظ میں یا اس شخص کی مجلس وعظ میں حاضری نہ دو جو تمہاری جاہ ومنزلت یا تمہاری جانب سے اپنے تزکیۂ نفس کی نسبت سے مجلس منعقد کرے بلکہ ان کی جانب اپنے کسی با اعتماد شاگرد کی نگرانی میں اہلِ محلّہ اور اپنے عوام کو متوجہ کرو کہ وہ وہاں جایا کریں۔''

''نکاح کے خطبے کی ذمہ داری اپنے علاقہ کے خطیب کے حوالے کردو، یوں ہی جنازہ اور عیدین کی ذمہ داری بھی انہیں سونپ دو۔''

ان وصایا میں غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے شاگرد رشید امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کو بڑے محتاط اور دانش ورانہ ومدبرانہ انداز میں ان تمام چیدہ چیدہ اُمور سے آگاہ فرمادیا ہے، جو زندگی کے تمام شعبوں کو محیط ہیں۔ اس میں نہ صرف آدابِ زندگی بیان ہوئے ہیں بلکہ اخلاقِ حسنہ کی روشن اقدار کے ساتھ آدابِ بندگی اور ذوقِ سپردگی کے اطوار وجذباتِ فراواں کو نمایاں کردیا ہے۔ ان وصایا کی جامعیت، معنویت، وقعت وافادیت اور تربیتی حقائق کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔

یہ وصیت اپنی کتاب میں شامل کرلینے کے بعد اختتام پر ''شیخ زاہد کوثری'' بڑا عمدہ اور مبنی برحقیقت نتیجہ اخذ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: (ترجمہ) ''یہ ایسی جامع وصیت ہے جو زندگی کے تمام شعبوں کو محیط ہے اور جس میں آخرت کی اصلاح بھی ہے اور ایک عالم دین کی اپنے شاگرد کو سب سے اچھی وصیت ہے، اس کی شہرت وافادیت کی وجہ سے میں نے اپنی کتاب کو اس سے خالی رکھنا مناسب نہیں سمجھا۔''

(قاضی ابو یوسف، حیات اور علمی کارنامے، ص:۱۴۸)

ان وصایا کو جن ذیلی عنوانات کے تحت پیش کیا گیا ہے، ان پر غور کرنے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ ان وصیتوں کا دائرہ کس قدر وسیع اور زندگی کے مختلف پہلوؤں کا احاطہ کیے ہوئے ہے،

Nafselislam

موضوعات بھی بڑے متنوع اور وقیع ہیں، امام اعظم ابوحنیفہ نے اپنی زندگی میں منصبِ قضا قبول نہ کر کے قید و بند کی اذیتیں تو برداشت کر لیں لیکن اپنے شاگردوں کو چند شرائط اور احتیاطی تدابیر کے بعد عہدۂ قضا قبول کرنے کی وصیت کی۔ ہمیشہ ہر وقت علم دین کے فروغ، تربیت عوام الناس، تربیت اولاد، تعلیم اخلاقِ حسنہ، تلقین حق وصداقت، لزوم حق گوئی و بے باکی کا دامن تھامے رہنے کا حکم فرمایا، وہیں یہ وصیت بھی درج فرمائی کہ تمہاری زندگی امتیازی شان کی حامل ہونی چاہیے۔ تم نہ زرخرید عالم بنو، نہ طلبِ دنیا میں حد درجہ مشغول ہو کر فروغِ علم سے کنارہ کش ہو جاؤ۔ مصلحت پسندی اور تملق وچاپلوسی اور وقتی فائدے کے لیے حکم یا قضا میں جانب داری علمی مرتبے تو کیا انسانی مرتبے کے لیے بھی زہرِ قاتل ہے اور ان ناپسندیدہ افعال واخلاق سے احتراز تمہارے لیے از حد ضروری ہے۔ وَاقْبَلْ هٰذِهِ الْمَوْعِظَةَ مِنِّیْ، اِنَّمَا اُوْصِیْکَ لِمَصْلِحَتِکَ وَمَصْلِحَةِ الْمُسْلِمِیْنَ. ''ان نصیحتوں کو میری جانب سے قبول کرو کہ اس میں تمہارا اور تمام مسلمانوں کا فائدہ ہے۔''

(الاشباہ والنظائر، مطبوعہ، دار الفکر المغربی، بیروت لبنان، ص:۵۲۲)

وصیت کے اس آخری جملے میں کتنا درد وسوز پوشیدہ ہے اور اس میں اپنائیت وشفقت کے کتنے رموز جلوہ گر ہیں؟

یوسف بن خالد سمتی کے نام امام اعظم کے وصایا:

یوسف بن خالد سمتی علیہما الرحمہ (متوفی ۱۸۹ھ) امام اعظم ابوحنیفہ کے خاص شاگردوں میں سے ہیں، علامہ حافظ عبد القادر قرشی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''اَلْجَوَاهِرُ الْمُضِیْئَةُ'' میں جن چالیس اراکین مجلس شوریٰ کے نام درج فرمائے ہیں ان میں یوسف بن خالد سمتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی ہیں، امام اعظم ابوحنیفہ کے آخری زمانے میں جو ائمہ کرام مجلس شوریٰ کے اراکین تھے انہیں کے ناموں کی فہرست اکثر تذکرہ نگاروں نے رقم کی ہے۔

یوسف بن خالد سمتی کے نام امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس قت وصیت تحریر فرمائی جب وہ امام اعظم کی مجلسِ درس سے فارغ ہو کر بصرہ جا کر وہاں کے لوگوں کو فقہ پڑھانے کا ارادہ کیے ہوئے تھے تاکہ بصرہ والوں کو بھی کوفی فقہا کے افکار وآرا سے آگاہ کریں۔ یہ وصایا بھی بڑے اہم اور کارآمد ہیں جن کا تعلق تادیبِ نفس سے بھی ہے، سیاسی اُمور سے بھی، عام لوگوں کے معاملات سے بھی متعلق ہے اور خواص اہلِ علم کی ذات سے بھی بحث کرتے ہیں۔ دینی اور دنیاوی زندگی کے ہر موڑ پر کام آنے والے احکامات بڑے قیمتی اور نفع بخش ہیں، اور ان میں ظاہری وباطنی اصلاح کا جوہر پوشیدہ ہے اور بھی بہت ساری خوبیوں کا مرقع اور گوناگوں مسائل کا نگارخانہ ہیں۔ ان وصایا کو بھی ہم چند عنوانات کے تحت پیش کریں گے اور پھر مختصر سا تجزیہ بھی، تاکہ مقالہ زیادہ طویل بھی نہ ہو اور اصلاحِ احوال کے لیے کافی بھی ہو جائے۔

تعمیرِ انسانیت:

ایک اچھا انسان وہ کہلاتا ہے جو خود بھی اچھا ہو اور ایک صالح معاشرے کی تشکیل کے لیے تگ ودو بھی کر رہا ہو، اسے انسانیت اور انسانی اقدار سے محبت ہو، سوسائٹی کے عام افراد اسے اچھی نگاہوں سے دیکھتے ہوں، اس ضمن میں وصیت کا پہلا ٹکڑا خوب روشنی ڈالتا ہے، ملاحظہ کریں، فرماتے ہیں:

اعلم انک متی أسأت عشرة الناس صاروالک اعداء ولو کانوا لک أمهات وآباء.

(ترجمہ) ''اس نکتہ کو خوب سمجھ لو کہ جب لوگوں سے آپ کا برتاؤ اچھا نہ ہو وہ آپ کے دشمن بن جائیں گے خود آپ کے والدین ہی کیوں نہ ہوں۔'' اور اگر اجنبی افراد سے بھی اچھا برتاؤ کریں تو قریبی نہ ہوتے ہوئے بھی تمہارے لیے ماں باپ بن جائیں گے۔''

(تجزیہ) دو چند جملوں پر مشتمل یہ وصیت بڑی معنی خیز اور دور رس نتائج کی حامل ہے، یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ انسان ایک معاشرے کا حصہ ہوتا ہے اور معاشرے کی تعمیر وتشکیل میں اس کا کردار اہم ہوتا ہے، لوگوں سے معاملات میں جس قدر شفافیت اور عمدگی کا مظاہرہ کرے گا ان کے اعتماد میں گھرتا چلا جائے گا، اس کے اندر جس قدر الفت ومحبت کے جذبات ہوں گے اور معاشرے پر اپنا عکس ڈالیں گے، اس کا نتیجہ اچھا برآمد ہوگا، بدخلقی اور کردار کی بے سمتی غیر نہیں بلکہ سب سے پہلے اپنے خاص قریبی افراد کو متاثر کرتی ہے اور دشمنی کا بیج ان کے دلوں میں پلنے لگتا ہے لیکن اس کے برعکس خوش اخلاقی اور تعلقات کی استواری اجنبی ماحول میں اجنبی لوگوں کے دلوں کو موہ لیتی ہے اور وہ اپنے بن جاتے ہیں، ویسے تو حدیث پاک میں دوستی اور دشمنی، محبت اور عداوت میں بھی توازن اور اعتدال برتنے کا حکم دیا گیا ہے تاکہ تعمیرِ انسانیت کی راہ ہموار ہو اور معاشرتی اقدار وروایت کا تحفظ ہو سکے، پھر فرمایا:

کانی بک وقد دخلت البصرة واقبلت علی المخالفة بها ورفعت نفسک علیهم .الخ

(ترجمہ) گویا میں تمہارے ساتھ ہوں اور تم بصرہ پہنچ گئے ہو، وہاں مخالفت کا بازار گرم ہو چکا ہے، اپنے آپ کو ان پر فوقیت دینے لگے، اپنے علم وفضل کا ڈھنڈورا پیٹنا شروع کر دیا، ان کے ساتھ میل جول نہ رکھا، معاشرے سے کٹ کر رہ گئے ہو، باہم قطع تعلق کا رویہ اپنا رکھا ہے، ایک دوسرے کی مخالفت زوروں پر ہے، تم نے انہیں گمراہ کہا، جواب میں انہوں نے تم کو بدعتی اور گمراہ قرار دیا، اس طرزِ عمل نے مجھے اور تمہیں دونوں کو ملامت ومخالفت کا ہدف بنا دیا، اب نوبت راہِ فرار اختیار کرنے اور

انتقالِ مکان کی آ گئی، یہ کھلی ہوئی آفت ہے کوئی قابل تعریف طریقۂ کار نہیں۔''

(تجزیہ) ان نصائح میں بار بار زور دیا جا رہا ہے کہ تم ایک صالح معاشرے کا حصہ ہو کر لوگوں سے میل جول رکھ کر بہتر تعلقات کا ماحول بناؤ اور اختلاف وانتشار کی فضا نہ تیار ہونے پائے، حق پر قائم رہتے ہوئے نرمی اور سختی کا رویہ اپناؤ، بلاضرورت اختلاف کو ہوا نہ دو، کہیں ایسا نہ ہو کہ مخالفت درمخالفت کی وجہ سے تم دل شکستہ ہو کر وہ علاقہ چھوڑ کر راہِ فرار اختیار کرو۔ یہ دانش مندی کی دلیل نہیں بلکہ عقل مندی تو یہ ہے تم معاشرے میں رہ کر اس کی اصلاح کی کوشش کرتے رہو اور اظہارِ حق کے لیے مناسب حکمتِ عملی اپناؤ اور اپنی عزت کو محفوظ رکھو اور اپنے اساتذہ کو ہدفِ ملامت بنانے کی غلطی نہ کرو۔

معاشرتی آداب:

معاشرتی آداب اور حقوق کی وضاحت کرتی درج ذیل وصایا بھی قابل مطالعہ ہیں اور افہام وتفہیم کے در وا کرتی ہیں ان میں تعمیرِ انسانیت بھی ہے اور معاشرتی حقوق کی بازیافت کا جذبۂ صادق بھی، فرماتے ہیں:

اذا دخلت البصرۃ استقبلک الناس وزاروک وعرفوا حقک فانزل کل رجل منزلتہ واکرم اھل الشرف وعظم اھل العلم ووقر الشیوخ. الخ

(ترجمہ) ''جب تم بصرہ پہنچ جاؤ اور لوگ تمہارے استقبال کو آئیں، تمہارا خیر مقدم کریں اور تمہارے حقوق وواجبات کا خیال رکھیں تو اب تمہارا حق یہ ہے کہ ہر ایک کو اس کا مقام عطا کرو، بزرگوں کی عزت کرو، علما کی تعظیم کرو، بوڑھوں کا احترام بجالاؤ، نوجوانوں سے لطف وکرم کا برتاؤ کرو، عوام کے قریب رہو، بدکرداروں سے نرم سلوک کرو، نیک لوگوں کی صحبت سے مستفید ہو، بادشاہِ وقت کی توہین نہ کرو، کسی کو کم تر نہ سمجھو، اپنی مروت وشرافت میں کمی نہ آنے دو۔''

(تجزیہ) ان چھوٹے چھوٹے جملوں اور مختصر ترکیبوں میں معنی ومفہوم کا ایک عظیم الشان شہر آباد ہے، صلاحیتوں کی قدر، بزرگوں کی عزت، اہلِ علم کی تعظیم وتوقیر، احترام مشائخ، نوجوانوں سے شفقت ومحبت کا سلوک، عوام سے قربت، برے اخلاق والوں سے بھی نرم رویہ اس امید پر کہ وہ نیکوکار اور اچھے اخلاق والے بن جائیں، اچھوں کی صحبت کا التزام، بادشاہِ وقت کی اہانت سے اجتناب، شرافت ومروت کا اظہار وغیرہا ایسے اُمور اور مسائل ہیں جن کا سر رشتہ قرآنی تعلیمات سے بھی ملتا ہے، احادیثِ نبویہ اور اقوالِ صلحا وصوفیا سے اس کے متعلق حوالے پیش کیے جاسکتے ہیں۔ ساتھ ہی ان کے اندر معاشرتی آداب کے عظیم جواہر بکھرے ہوئے ہیں، اور ان پر عمل کرنے والے کے لیے یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ ایک باکمال انسان ہے۔ کیوں کہ ان وصایا کے اندر جس بات پر زیادہ زور دیا گیا ہے وہ اخلاقِ عالیہ کے سبیل سے ہے، مزید برآں خود امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اخلاقِ جلیلہ پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ آپ خود جامع فضائل تھے، گھٹیا اور بے ہنگم عادات واطوار سے آپ خود بھی پوری زندگی دور ونفور رہے اور اپنے تلامذہ واصحاب کو بھی ان اُمورِ بد سے بچنے کی تلقین کرتے ہیں، چند دوسرے حقائق کی وضاحت درج ذیل وصایا سے ہوتی ہے، فرماتے ہیں:

ولا تخرجن سرک الیٰ احد ولا تثق بصحبۃ احد حتی تمتحنہ ولا تخاذن خسیساً ولا وضیعاً .الخ

(ترجمہ) اپنا راز کسی پر فاش نہ کرو، بغیر پرکھے ہوئے کسی پر اعتماد نہ کر بیٹھو، خسیس الطبع اور کمینوں سے میل جول نہ رکھو، جو چیز بہ ظاہر معیوب ہو اس سے مانوس نہ ہو، اور احمق لوگوں سے خوش طبعی نہ کرو۔''

(تجزیہ) یہ وہ نواہی ہیں جن کا تعلق انسان کے معاشرتی کردار سے ہے، جو ظاہر سے بھی بحث کرتی ہیں اور باطن سے بھی بالخصوص ان کے دنیوی زندگی میں بار بار آنے والی دشواریوں سے خلاصی کا سامان موجود ہے، افشائے راز چاہے وہ اپنا ہو یا دوسرے کا بہت بڑے خسارے اور پچھاوے کا عمل ہوتا ہے، کمینوں سے میل جول کمینگی اور ذلت کا اشارہ ہے، احمقوں سے خوش طبعی وقار وعزت کو سرِ عام نیلام کرنے کے مترادف ہے، معیوب اشیا کی جانب دل کا میلان بھی بہت بڑے نقصان کا پیش خیمہ ثابت ہوسکتا ہے، ان مقاصد پر غور کرتے ہوئے مذکورہ نواہی سے اجتناب ایک کامیاب معاشرتی کردار اور شرافت سے لبریز زندگی کی پہچان ہے۔

ان کے ساتھ کچھ تنبیہات منفرد لب ولہجے میں بھی تحریر فرماتے ہیں: **وعلیک بالمدارۃ والصبر والاحتمال وحسن الخلق وسعۃ الصدر و استجد ثیاب کسوتک واستفرہ دابتک واکثر استعمال الطیب.**

(ترجمہ) ''نرم گفتاری، ضبط وتحمل، حسن اخلاق، کشادہ قلبی، خوش لباسی اور خوش بو اپنے لیے لازم رکھو۔ سواریوں میں ہمیشہ اچھی سواری ہی استعمال کرو۔''

درج بالا وصایا میں ہلکی توجہ دینے سے ہی یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ منکشف اُمور تعمیرِ سیرت میں کیا رول ادا کرتے ہیں، اور اخلاق وکردار کی تشکیل میں انہیں بنیادی عنصر کا درجہ حاصل ہے، اسی موضوع کو اور وسعت دیتے ہوئے چند اہم اور قیمتی وصایا مزید تحریر فرماتے ہیں:

وابذل طعامک فانہ ماساد بخیل قط، ولتکن لک بطانۃ تعرف اخیار الناس. الخ

(ترجمہ) ''سخاوت سے کام لو، لوگوں کو کثرت سے کھانا کھلاؤ کیوں کہ بخیل آدمی کبھی سردار

نہیں بن سکتا۔ایک مشیر کار رکھ لو جو تمہیں لوگوں کے حالات سے مطلع کرتا رہے، جب کوئی خرابی دیکھو تو بہت جلد اس کی اصلاح کی کوشش کرو، اور جب کوئی اچھائی دیکھو تو اس کی طرف زیادہ رغبت کرو، جو تمہاری ملاقات کو آئے اس سے بھی ملو اور جو نہ آئے اس سے بھی ملاقات کے لیے جاؤ، جو تمہارے ساتھ اچھا سلوک کرے تم اس کے ساتھ ویسا ہی کرو، لیکن جو تمہارے ساتھ بدخلقی سے پیش آئے تو تم حسنِ اخلاق کا مظاہرہ کرو، عفو و درگزر کو مضبوطی سے تھام لو، بھلائی کا حکم دو اور جو تم سے بیزار ہو اس سے قطع تعلق کر لو، ہر موذی چیز سے کنارہ کش رہو، اور حقوق کی ادائیگی میں کوشاں رہو۔''

حقوق العباد کی وضاحت:

آگے حقوق العباد کی تفصیل بیان کرتے ہوئے ان کی کامل ادائیگی کی تلقین فرماتے ہیں:

ومن مرض من اخوانک فعدہ بنفسک، تعاھدہ برسلک ومن غاب منھم افتقدت احوالہ. ومن قعد منھم عنک فلا تقعد انت معہ واظھر تودا للناس ما استطعت وافش السلام ولو علی قوم لئام.

(ترجمہ) اگر کوئی مسلمان بھائی بیمار ہو جائے تو اس کی مزاج پرسی کو جاؤ اور قاصد کے ذریعہ اس کی خبر گیری کرتے رہو، اگر کوئی آنا جانا چھوڑ دے تب بھی اس کا حال پوچھتے رہو، اگر کوئی تم سے پیچھے ہٹ جائے تو تم نہ ہٹو، جہاں تک ممکن ہو لوگوں سے محبت والفت کا اظہار کرو، سلام کو عام کرو بلکہ کم درجے کے لوگوں سے بھی سلام کرنے میں سستی روا نہ رکھو۔''

(تجزیہ) مریضوں کی عیادت، ان کی دل جوئی، پڑوسیوں کی خبر گیری، ٹوٹے دلوں کو جوڑنا، حتی الامکان لوگوں سے بہتر تعلقات بنائے رکھنا اور صلہ رحمی سے پیش آنا، سلام میں پہل کرنا یہ اور اس جیسے دوسرے اوصاف تو پیغمبرانِ عظام کا وطیرہ رہے ہیں، خود ہمارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ کا ایک ایک لمحہ ان اچھے اخلاق کی گواہی دے رہا ہے، کس طرح رسول اعظم علیہ الصلوٰۃ والسلام بیماروں کی عیادت کو تشریف لے جاتے تھے، پڑوسیوں کے حقوق کی ادائیگی کا حکم دیتے تھے، گالی دینے والوں کے لیے دعا کرتے تھے، شکستہ قلوب کی بستگی کا سامان کرتے تھے، چھوٹوں اور بڑوں سے سلام کرنے میں پہل کرتے تھے، رشتہ داروں کے حقوق کی رعایت فرماتے تھے، کیوں کہ یہ ایسے بلند ترین عادات اور خصائص ہیں جن کے جمالیاتی پہلو مسلم الثبوت ہیں، صحابۂ کرام، صوفیاے عظام اور اولیائے کاملین ان اوصافِ جلیلہ اور عاداتِ شریفہ کا مجسم ثبوت ہوا کرتے تھے، خود امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی زندگی کے حیرت انگیز واقعات اس عظیم شرف کی گواہی دے رہے ہیں۔

تعلیم وتربیت:

علم وفن کی تدریس وتعلیم اور تربیت اخلاق پر مشتمل چند دیگر وصایا ملاحظہ کر لیں، فرماتے ہیں:

ومتی جمع بینک وبین غیرک مجلس أوضمک وایاھم مسجد وجرت المسائل وخاضوا فیھا بخلاف ماعندک لم تبدلھم خلافاً .الخ

(ترجمہ) ''جب تم دوسرے لوگوں کے ساتھ کسی مجلس میں یا مسجد میں جمع ہو اور ایسے مسائل کا ذکر چھیڑ دیا جائے جن کے تم مخالف ہو تو پاس ادب سے اختلاف رائے نہ کرو۔ اگر تم سے کوئی بات پوچھی جائے تو پہلے وہ بتاؤ جو لوگوں میں رائج ہو اور پھر کہو کہ اس مسئلے میں فلاں فلاں اقوال اور بھی ہیں اور ان کی دلیل یہ ہے۔ اس طرح ان کے دلوں میں تمہاری قدر ومنزلت جاگزیں ہو جائے گی۔ اگر پوچھیں کہ یہ کس کا قول ہے تو کہہ دو کہ بعض فقہا کا۔ جو شخص تمہاری مخالفت کر رہا ہو اسے ایسا گوشۂ علم دیدو جس میں وہ غور کرتا رہے، لوگوں سے لطف ومہربانی کا سلوک کیا کرو، کبھی کبھی مزاح بھی کر لیا کرو اور ان سے باہم مل کر بات چیت کر

سے حسن سلوک کا رویہ اختیار کرو۔''

ان وصایا کا اصل متن محمد ابو زہرہ مصری کی کتاب ''اَبُوْ حَنِیْفَۃَ: حَیَاتُہٗ وَعَصْرُہٗ، آرَائُہٗ وَفِقْھُہٗ'' ص: ۱۶۳، ۱۶۴/ سے ماخوذ ہے۔

اور ترجمے میں علامہ سید شاہ تراب الحق قادری اور پروفیسر غلام احمد حریری کی کتاب سے مدد لی گئی ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے ان وصایا کو اپنی تحقیقی تصنیف میں درج فرمانے کے بعد محترم محمد ابو زہرہ مصری ان کا تجزیاتی مطالعہ بھی پیش کرتے ہیں، قارئین کے افادہ کے لیے اختصار کے ساتھ ہم ان کا خلاصہ ذیل میں تحریر کر دیتے ہیں:

لکھتے ہیں کہ ان نصائح سے امام جلیل کی زندگی کے تین گوشے ابھر کر سامنے آتے ہیں:

(۱) ان سے خود آپ کے اخلاقِ جلیلہ پر روشنی پڑتی ہے۔ ان سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کس قدر فضیلتوں اور کرامتوں کے جامع تھے، اخلاقِ حمیدہ آپ کی عادتِ ثانیہ بن چکے ہیں، اخلاقِ رذیلہ اور گھٹیا کاموں سے صرف اس لیے نہیں بچتے تھے کہ وہ دین کے منافی ہیں بلکہ اس لیے بھی اجتناب برتتے تھے کہ وہ خلافِ مروت ہیں، آپ فرمایا کرتے تھے:

''رَاَیْتُ الْمَعَاصِیَ مُذِلَّۃً فَتَرَکْتُھَا مُرُوَّۃً فَصَارَتْ دِیَانَۃً.'' (یعنی میں نے گناہوں کو کمینگی خیال کیا، مروت کی بنا پر انہیں چھوڑ دیا اور وہ میرے لیے دین بن گئے۔)

(۲) ان سے واضح ہوتا ہے کہ آپ اخلاقی واجتماعی مسائل میں کتنی گہری بصیرت رکھتے تھے،

نفسیاتی طور پر لوگوں کا علاج کرنا جانتے تھے، مخالفت اور تصادم کے بغیر مسئلہ کے حل کی تدبیریں پیش فرماتے تھے۔

(۳) آپ کی زندگی کا جو تیسرا پہلو جوان نصائح سے نمایاں ہوتا ہے وہ ایک استاد و مربی کی حیثیت ہے، جو اپنے شاگردوں کی نگہ داشت کرتا ہے، وہ یہ بہ خوبی جانتا اور سمجھتا ہے کہ اپنے افکار و آرا کو لوگوں میں کس طرح پھیلایا جاسکتا ہے۔ اس اہم کام کے لیے کس قدر اعلیٰ ظرفی، عفو و درگزر، مصالحت اور بہتر تعلقات کی ضرورت پیش آتی ہے۔ (کتاب مذکورہ، ص:۱۶۵)

اور اخیر میں نتیجہ بحث کے طور پر محترم محقق محمد ابوزہرہ مصری لکھتے ہیں:

"وان من عالج الدرس و خیر التعلیم لیعرف قیمة تلک النصایح و جدوا ها فی النفوس و اثرهافی تجیب الطلبة للعلم و تسهیله علیهم و تشویقهم الیه."

درس و تدریس کا عملی تجربہ رکھنے والے اس حقیقت سے آگاہ ہیں کہ یہ نصائح کس قدر بیش قیمت اور نفع بخش ہیں اور طلبہ میں علم کی محبت پیدا کرنے، ان کے لیے تسہیل کرنے اور تشویش و ترغیب کے جذبات اجاگر کرنے کے لیے یہ کس حد تک مددگار ہیں۔" (حوالۂ سابق)

حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری نے اپنی کتاب میں اتنا اور اضافہ کیا ہے:

"پس اگر تم نے میری اس وصیت پر عمل کیا تو یقیناً ہر آفت سے بچے رہو گے، دیکھو اس وقت میں دو کیفیتوں سے دوچار ہوں، تم نظر سے دور ہو جاؤ گے، اس کا تو غم ہے اور اس پر مسرت ہے کہ تم نیک و بد کو پہچان لو گے۔ خط و کتابت جاری رکھنا اور اپنی ضرورتوں سے مطلع کرتے رہنا، تم میری اولاد ہو اور میں تمہارے لیے باپ کی طرح ہوں۔"

(سید تراب الحق قادری، امام اعظم رضی اللہ عنہ، رضا اکیڈمی ممبئی، ۲۰۰۸ء، ص:۱۵۴)

سبحان اللہ! نصیحت کے یہ آخری حصے زبانِ حال سے اعلان کر رہے ہیں کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ اپنے تلامذہ کے لیے باپ سے بھی زیادہ مشفق، دردمند، مہربان اور لطیف تھے۔

عبد العزیز بن رواد کو نصیحت:

امام اعظم کے ایک شاگرد عبد العزیز بن رواد کو ایک بار خلیفہ نے دربار میں بلایا تو وہ مشورے کے لیے آپ کے پاس آئے اور کہا: خلیفہ نے طلب کیا ہے، میں چاہتا ہوں کہ اس کے سامنے وعظ کہوں، مگر کیا کہوں اور کس طریقے سے کہوں؟ اس میں آپ کی ہدایت چاہتا ہوں۔ امام صاحب نے فرمایا: یہ کہنا کہ:

"اے امیر المؤمنین! دنیا کے طلب کرنے کی تین غرضیں ہو سکتی ہیں، عزت، ملک، مال، یہ سب آپ کو حاصل ہیں، اب تقویٰ اور عملِ صالح بھی اختیار کیجیے کہ دنیا و آخرت دونوں کی دولتیں حاصل ہوں۔" (رئیس احمد جعفری، سیرت ائمہ اربعہ، فرید بک ڈپو، نئی دہلی، ص:۸۲)

اب تک کی بحث میں ہم نے جن وصایا کا تجزیاتی مطالعہ پیش کیا ہے وہ اپنے کیف و کم ہر دو اعتبار سے بڑے قیمتی اور نفع بخش ہیں، ان میں غور کرنے سے نہ صرف امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی علوم و فنون میں مہارت، معاشرتی آداب سے واقفیت، اخلاقی کمالات میں ماہرانہ نگاہ اور نفسیاتی رموز سے آگاہی کا پتہ چلتا ہے بلکہ خود امام اعظم کی سیرت و اخلاق پر بھرپور روشنی پڑتی ہے، جو اُمورانِ وصایا کے عناصر ترکیبی بن کر اُبھرتے ہیں، امام اعظم کی حیات مبارکہ میں ان کا عکس بہ خوبی ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ شریعت پر عمل، سنتِ نبوی پر مواظبت، صوفیا اور صلحا کے نقش قدم کی پیروی، حیاتِ امام اعظم کا عظیم استعارہ بن کر سامنے آتے ہیں۔ استقامت علی الدین، استحکامِ عزائم، علوم و فنون میں کمال، سماجی و خانگی نظام کی درستی کا جذبۂ صادق ان وصایا میں جگہ جگہ ملاحظہ کیا جاسکتا ہے، تعلیم اخلاق، تدریس علوم، تشکیل فنون، اقدارِ انسانی کا تحفظ، حقوق کی پاسداری، دینی اور دنیوی سرفرازیوں کے حصول کے لیے یہ وصایا ایک کلید ثابت ہو سکتے ہیں۔ ان میں دنیا جہان کی تمام تر عزتوں اور کامیابیوں کا راز پوشیدہ ہے۔ ضرورت ہے کہ ہر استاذ، ہر باپ، ہر سرپرست، ہر شاگرد، ہر بیٹا اور ہر وضع دار شخص انہیں پڑھے اور ان کے اسرار و رموز سے آگاہی حاصل کرنے کے بعد ان کو اپنی زندگی میں سمیٹنے کی کوشش کرے، ان شاء اللہ عزوجل ضرور ان کے اثرات و نتائج ایک ناقابلِ انکار مشاہدہ بن جائیں گے۔

☆☆☆

دینی و علمی کتابوں کی اشاعت وقت کا اہم تقاضا

موجودہ دور میں نسلِ نو کی فکری و اعتقادی و اخلاقی تربیت کی غرض سے ضروری ہے کہ صالح و مفید کتابوں کی اشاعت کی جائے اور انھیں بلا قیمت مہیا کیا جائے۔ مختلف تقاریب میں کتابیں تقسیم کی جائیں۔ باطل فرقے اپنی مطبوعات کے ذریعے فاسد نظریات کی اشاعت میں مسلسل مصروف ہیں، ایسے حالات میں اہلِ سُنّت کی کتابیں مرحومین کے ایصالِ ثواب کے لیے چھپوا کر تقسیم کروائیں اور دین کی خدمت کا فریضہ انجام دیں۔ یہ کارِ ثواب بھی ہے اور اہم علمی کام بھی۔ اس سلسلے میں نوری مشن مالیگاؤں سے رابطہ کریں۔

Cell.09325028586 gmrazvi92@gmail.com